مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام قرآن اکیڈمی کے

ایک سالہ رجوع اِلی القرآن کورس

میں داخلوں کے لئے طالبانِ علم قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں :

- واضح رہے کہ یہ کورس بنیادی طور پر گریجویٹس اور پوسٹ گریجویٹس کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ پیش نظر یہ ہے کہ وہ حضرات جو کم از کم گریجویشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہشمند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے ـــــ تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔
- یہ بھی نوٹ کر لیا جائے کہ کورس کا دورانیہ یکم ستمبر سے 31 مئی' قریباً 9 ماہ بنتا ہے۔ جون' جولائی' اگست کے تین مہینے ابتداء میں کورس میں شامل تھے لیکن گرمی کی شدت کے پیش نظر تدریسی نصاب کو condense کر کے کورس کا دورانیہ کم کر دیا گیا۔

ـــــ داخلوں کا شیڈول اس سال ان شاء اللہ حسب ذیل رہے گا : ـــــ

- داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 26 اگست ہے۔
- داخلہ کے لئے انٹرویو 31/ اگست کو قرآن اکیڈمی لاہور میں ہوں گے۔ (شرکاء کی سہولت کے پیش نظر داخلہ فارم بروقت جمع نہ کرانے والوں کو براہ راست انٹرویو میں شریک کیا جا سکے گا)
- کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہو جائے گا۔ پہلے دو روز تعارفی نوعیت کی کلاسز ہوں گی اور باقاعدہ تدریس کا آغاز ان شاء اللہ سوموار 4 ستمبر سے ہو گا۔

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس

جس میں داخلوں سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے' درج ذیل پتے سے حاصل کریں :

ناظم قرآن کالج' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور (فون : 03-5869501)

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

ماہنامہ میثاق

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد :	۴۹
شمارہ :	۸
جمادی الاولیٰ	۱۴۲۱ھ
اگست	۲۰۰۰ء
فی شمارہ	۱۰/-
سالانہ زرِ تعاون	۱۰۰/-

ادارہ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' عرب امارات، بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' یورپ' جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیلِ زر : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت : 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700 فون : 03-02-5869501
فیکس : 5834000 ای میل : anjuman@brain.net.pk.
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور
فون : 6366638-6316638 فیکس : 6305110
پبلشر : ناظم مکتبہ مرکزی انجمن' طابع : رشید احمد چودھری مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ عرضِ احوال ۳

حافظ عاکف سعید

☆ تذکرہ و تبصرہ ۷

ابلیس اور یہود کا مشترکہ مشن

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ توحیدِ عملی (۳) ۳۵

فریضہ اقامت دین سے ربط و تعلق

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ منہاج المُسلم (۸) ۵۱

قیامت پر ایمان

علامہ ابو بکر الجزائری

☆ بحث و تحقیق ۵۸

وسیلہ کیا ہے؟

مولانا عبد الجبار سلفی

☆ کتاب نامہ ۷۲

قیام اسرائیل اور نیو ورلڈ آرڈر

ڈاکٹر سفر الحوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

"مشرف حکومت ان مسائل سے بہت حد تک نکل آئی ہے جن کا وہ قریباً ایک ماہ پہلے شکار تھی اور اب ملک میں بظاہر کسی ایجی ٹیشن کے آثار نظر نہیں آتے۔ اگرچہ کلثوم نواز تن تنہا حکومت مخالف تحریک کا علم اٹھائے ہوئے آگے بڑھ رہی ہیں جس میں انہیں بڑی حد تک کامیابی بھی نصیب ہوئی ہے مگر حکومت کی کچھ مثبت پالیسیوں کے باعث ملک میں فوری طور پر کسی بڑے ہنگامے کا کوئی اندیشہ موجود نہیں۔

حکومت کے بعض اقدامات بلاشبہ قابل تحسین ہیں۔ مثلاً تمام تر مشکلات کے باوجود غیرجانبدارانہ احتساب کو جاری رکھنا ایک قابل تعریف امر ہے۔ اگرچہ اس احتساب کی رفتار سست ہے مگر اس کے باوجود لوٹی ہوئی دولت تدریجاً واپس آ رہی ہے۔ ایمنسٹی سکیم اور ٹیکس سروے کی دو دھاری تلوار کا بھی یہ فائدہ ہوا ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ ایمنسٹی سکیم کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور یہ بھی حکومت کی بڑی کامیابی ہے کہ ۹۰ ارب روپے کا کالا دھن باہر آگیا ہے۔ اسی طرح پیرس کلب سے حکومت کا مطالبہ کہ ہمارے قرضے ری شیڈول کرنے کے بجائے معاف کئے جائیں' درست سمت میں اٹھایا گیا ایک قدم ہے ــــ حکومت نے کشمیر' طالبان اور نیوکلیئر پروگرام کے بارے میں بھی دلیرانہ' پراعتماد اور مضبوط موقف اختیار کیا ہے جو پاکستان کی سلامتی اور بقاء کا تقاضا اور عوام کے دل کی آواز ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تشویشناک حد تک بڑھتی ہوئی مہنگائی کے باوجود تاحال حکومت کے خلاف کسی تحریک میں شامل ہونے پر آمادہ نظر نہیں آتے۔

تاہم ایک پہلو نہایت تشویشناک ہے کہ نفاذ شریعت کی طرف حکومت کی کوئی توجہ نہیں ہے' حالانکہ پاکستان کے قیام اور بقا کی بنیاد اسلام کے سوا کوئی نہیں۔ لسانی اور علاقائی عصبیتوں کا خاتمہ صرف اسلام کی بدولت ممکن ہے۔ اگر اس رخ پر پیش قدمی نہ کی گئی تو فوجی حکومت کی جزوی اصلاحات غیر موثر ہو کر رہ جائیں گی اور ملکی بقا اور سالمیت خطرے

میں پڑ جائے گی۔ پاکستان نے اگر نفاذ شریعت کی طرف مثبت پیش رفت نہ کی تو اس بات کا خدشہ بھی موجود ہے کہ ہماری پختون بیلٹ کٹ کر افغانستان میں شامل ہو جائے۔ دوسرا تشویشناک پہلو یہ ہے کہ جمعہ کی چھٹی کا اعلان ہونے والا تھا مگر یہ اعلان بوجوہ روک دیا گیا۔ اس طرح ایک تکلیف دہ معاملہ یہ ہے کہ ایئر فورس میں ایک نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے کہ آفیسر کیڈر میں کسی داڑھی والے نوجوان کو نہ لیا جائے۔ اگر یہ سب کچھ امریکہ کی خوشنودی اور مغرب کے دباؤ پر کیا جا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت دنیا کے سامنے اسلام کے ساتھ اپنی شناخت نہیں کروانا چاہتی۔ اگر ایسا ہے تو پھر حکومت کے بحالی معیشت' سیاست کی صفائی اور احتساب کے پروگرام پیچ ورک سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ پاکستان کے اصل مرض' فرقہ واریت' صوبائیت پرستی' اور لسانی تفریق کا علاج اسلام کے بغیر ناممکن ہے۔ لہٰذا حکومت اگر اسلام کی طرف پیش رفت کرتی ہے تو اسے دوسرے شعبوں میں بھی کامیابی نصیب ہوگی ورنہ خاکم بدہن اگر ملک ہی نہ رہا تو اس کے یہ پروگرام کس کے کام آئیں گے۔"

مذکورہ بالا خیالات و تاثرات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی' محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے حالیہ سفر امریکہ سے واپسی کے بعد ۱۴/ جولائی کو مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں اپنے خطاب قبل از جمعہ میں فرمایا۔ امیر تنظیم کا یہ سفر قریباً ایک ماہ پر محیط تھا۔ یہ دورہ اصلاً تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ (TINA) کے سالانہ مشاورتی و تربیتی اجتماع برائے ملتزم رفقاء کے سلسلے میں ترتیب دیا گیا تھا جو یکم تا چھ جولائی پرنسٹن (نیو جرسی) میں منعقد ہوا۔ جس میں TINA کے لائحہ عمل اور مستقبل کی تنظیمی ہیئت کے حوالے سے بعض اہم پالیسی امور زیر بحث آئے اور ان کے بارے میں اہم فیصلے اس اجتماع میں کئے گئے۔ تاہم اضافی طور پر نیویارک میں بعض عمومی دعوتی پبلک پروگرام بھی ترتیب دیئے گئے تھے۔ مزید برآں پٹس برگ کے اسلامک سینٹر میں بھی ایک عمومی دعوتی پروگرام میں امیر تنظیم نے خطاب فرمایا۔ زیادہ تر خطابات انگریزی زبان میں ہوئے۔

۲۱/ جولائی کے خطاب جمعہ میں بعض دیگر اہم قومی و ملی امور بھی زیر بحث آئے جن

میں دستور پاکستان میں اسلامی دفعات کی بحالی کا معاملہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس خطاب جمعہ کا پریس ریلیز بھی ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے:

"ایٹمی اسلحہ کے حوالے سے حالیہ حکومتی بیان سے ظاہر ہو گیا ہے کہ موجودہ پاکستانی حکمران ملک کے دفاع و تحفظ کے بارے میں کسی دباؤ کو خاطر میں لانے کو تیار نہیں۔ اسی طرح کشمیر کے بارے میں موجودہ دور حکومت میں جو پر اعتماد موقف اختیار کیا گیا ہے ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

دستور کی اسلامی دفعات کا پی سی او میں شامل کیا جانا بھی بہت مستحسن اور قابل صد مبارک باد اقدام ہے مگر جب تک ملک میں نفاذ شریعت کی جانب واضح پیش قدمی نہیں کی جاتی' پاکستان اسی طرح اندرونی و بیرونی مسائل میں الجھا رہے گا۔ پاکستان میں معیشت کی بحالی کے مقابلے میں قومیت کی بحالی کا کام زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ جبکہ قومیت کی بحالی اور یکجہتی کی بنیاد ہمارے لئے اسلام کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہم نے قیام پاکستان کے وقت اللہ سے عہد کیا تھا کہ ہم یہاں اسلامی ریاست قائم کریں گے مگر ہم نے عہد شکنی کی جس کی پاداش میں نفاق باہمی کی سزا ہم پر مسلط کر دی گئی۔

اس نفاقِ باہمی سے چھٹکارا پانے کا واحد حل یہ ہے کہ ہم اپنی اصل قومیت یعنی اسلام سے رابطہ استوار کریں۔ پاکستان کے دستور میں نفاذ اسلام کے لئے پورا میکینزم موجود ہے۔ اسے بروئے کار لانے اور فعال کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نفاذ اسلام کی راہ میں موجود رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔ مثلاً فیڈرل شریعت کورٹ پر عائد پابندیاں ختم کی جائیں۔ شرعی عدالت کے ججوں کی تعداد بڑھا کر مزید بنچ تشکیل دیئے جائیں۔

ایک نہایت تکلیف دہ امر یہ ہے کہ ہمارے ملک میں کچھ نام نہاد دانشور سیکولرازم کی حمایت میں تمام حدود و قیود کو پھلانگ گئے ہیں۔ وہ یہ بھول رہے ہیں کہ اگر پاکستان ایک سیکولر سٹیٹ بن گیا تو سیکولر بھارت اس کو بڑی آسانی سے ہڑپ کر جائے گا کیونکہ پاکستان کا وجود بھارت سے علیحدہ اسلامی تشخص کی بنیاد پر قائم ہے۔ انہوں نے کہا اس مسئلے میں ایک انگریزی اخبار کافی سرگرم کردار ادا کر رہا ہے اور ایسے سیکولر دانشوروں

کے خیالات کو عام کر رہا ہے جو پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو کھودنے پر کمربستہ ہیں۔ ایسے نام نہاد دانشوروں اور اخبارات کے خلاف عوامی ردعمل سامنے آنا چاہئے۔

سورۃ البقرہ میں وارد شدہ اللہ کے حکم "رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ" کے مصداق ہمیں اپنے پڑوسی ملک افغانستان کی طرح بلاتاخیر اپنے ملک میں بھی نفاذ شریعت کے عمل کو تیز تر کر دینا چاہئے۔ اگرچہ طالبان کے ہاں کچھ تنگ نظری کا معاملہ ہے جس کی اصلاح ضروری ہے تاہم یہ بات تسلیم کرنی چاہئے کہ انہوں نے افغانستان میں امن وامان قائم کرنے اور جرائم سے پاک معاشرہ تشکیل دینے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ پاکستان میں ایک اسلامی فلاحی جمہوری ریاست کے قیام کے امکانات روشن ہیں۔ اگر پاکستان میں اسلام نافذ ہو جائے تو بقول علامہ اقبال ہمیں یہ سعادت حاصل ہو گی کہ دور ملوکیت کی وجہ سے اسلام کے چہرے پر جو گرد وغبار آگیا ہے اسے صاف کر کے دنیا کو اسلام کی حقیقی تصویر دکھا سکیں۔ اس کے لئے میں درد مند احباب سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ علمائے کرام اور ماہرین قانون کی ایک کانفرنس بلائیں جس میں طے کیا جائے کہ عہد حاضر میں ایک جدید اسلامی ریاست کا دستوری ڈھانچہ کیا ہو۔ موجودہ دور میں یہ اسلام کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔" ○○

کون مسلمان ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ نہ ہو!
لیکن آپ اور آپ کے لائے ہوئے دین سے سچی محبت کے تقاضے کیا ہیں،
ہم میں اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں!

اس موضوع پر **ڈاکٹر اسرار احمد** کی نہایت جامع تالیف

حُبِّ رسول اور اُس کے تقاضے

خود بھی مطالعہ کیجئے اور دوسروں تک بھی پہنچایئے!
صفحات ۳۲ • قیمت ۶/ روپے
شائع کردہ
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

بنی آدم کو شرفِ انسانیت سے محروم کرنے کے لئے

ابلیس اور یہود کا مشترکہ مشن

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ

کا ۹ جون ۲۰۰۰ء کا خطابِ جمعہ

○

خطبۂ مسنونہ کے بعد سورۃ الاعراف کی آیات ۱۱ تا ۲۷ کی تلاوت اور ادعیۂ ماثورہ کے بعد فرمایا :

آج اقوامِ متّحدہ کے زیر اہتمام اس کی جنرل اسمبلی کا خصوصی اجلاس ہو رہا ہے۔ اس اجلاس کو بیجنگ پلس فائیو اور Women 2000 کے نام دیئے گئے ہیں۔ آج اس کا اختتامی اجلاس ہونے والا ہے۔ الحمد للہ کہ اس شیطانی منصوبے کے متعلق ہمیں بروقت آگاہی ہوئی اور ہم نے لوگوں کو اس کے متعلق عین وقت پر معلومات بہم پہنچائیں اور لوگوں میں بیداری (Awareness) پیدا کی۔ چنانچہ خالد بیگ صاحب جو اس وقت امریکہ میں مقیم ہیں' ہم سب کے شکریئے کے مستحق ہیں' جنہوں نے ای۔ میل کے ذریعے سے مجھے اس کانفرنس کے مقاصد سے آگاہ کیا اور اس کے مسوّدے کا متن بھی ارسال کیا' جو ۲۰/اپریل کو تیار ہو چکا تھا اور جس پر دستخط کروانے کے لئے یہ اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ اس مسوّدے کے وہ اہم نکات کہ جو ہماری اخلاقی و دینی تعلیمات سے متصادم تھے' ان کو باقاعدہ اصل حوالوں کے ساتھ انہوں نے بیان کر دیا تھا۔ چنانچہ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اس کے متعلق جمعہ کے خطبہ میں بھی بیان کر دیا تھا اور ندائے خلافت میں بھی اس کی تلخیص شائع کرا دی تھی۔

پھر "Impact" کا وہ شمارہ بھی آگیا کہ جس کے لئے اصل میں انہوں نے یہ مضمون

لکھا تھا' لیکن اس رسالے کو یہ مضمون بھیجنے سے پہلے ہی انہوں نے یہ مجھے ای۔ میل کر دیا تھا۔ پھر اصل مضمون کو ہم نے دو ورقے کی صورت میں دس ہزار کی تعداد میں پورے پاکستان میں تنظیم اسلامی کی شاخوں کے ذریعے سے پھیلایا اور پھر بیس ہزار کی تعداد میں اس کا اُردو ترجمہ کر کے عام کیا۔ اس کے علاوہ یہ مضمون نوائے وقت کے اتوار کے انگریزی ایڈیشن اور پھر بعد میں اُردو ایڈیشن میں بھی شائع ہوا۔ اسماعیل قریشی صاحب جو ہمارے ہاں کے سینئر ایڈووکیٹ ہیں' انہوں نے رٹ پٹیشن دائر کی کہ حکومت پاکستان اوّل تو اس کانفرنس میں شرکت نہ کرے' اور اگر کرے تو پھر کسی بھی ایسی شق کی توثیق نہ کرے جو شریعت سے متصادم ہو۔ الحمد للہ کہ اس کے نتیجے میں ڈپٹی اٹارنی جنرل نے اس بات کی یقین دہانی کروائی کہ ہم کسی بھی ایسی بات کی توثیق نہیں کریں گے جو شریعت کے خلاف ہو۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر محمود غازی صاحب جن کا تعلق نہ صرف علماء کے حلقے سے ہے' بلکہ وہ دانشور بھی ہیں' اور سیکیورٹی کونسل کے رکن ہیں' ان کی طرف سے بھی بیان آگیا تھا کہ ہم اس کانفرنس کی کسی ایسی بات کو کہ جو اسلامی اصولوں کے منافی ہو' نہیں مانیں گے۔ اس ضمن میں ہم نے اسلامی کانفرنس کی تنظیم سے بھی رابطہ کیا ہوا ہے اور ان شاء اللہ وہاں ہمارا متفقہ موقف سامنے آئے گا۔

یہ ساری بات بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس واقعے سے یہ بات سامنے آئی کہ ابھی امت مسلمہ پوری طرح سوئی ہوئی نہیں ہے۔ ویسے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ عدم واقفیت کی بناء پر لوگوں کو پتا ہی نہ چلتا اور ایک کانفرنس منعقد بھی ہو جاتی اور اس کی سفارشات پر دستخط بھی ہو جاتے' پھر بعد میں جب پتا چلتا تو کہہ دیتے کہ یہ تو مقدّر تھا' یہ تو وہ بات تھی کہ جو ہونی ہی تھی۔ لیکن الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شکل پیدا فرما دی اور بروقت خبردار کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائی۔

تاہم ابھی ہمیں مطمئن نہیں ہونا چاہئے' بلکہ اس بات کی ضرورت ہو گی کہ باریک بینی کے ساتھ جائزہ لیا جائے کہ وہ آخری مسودہ جو وہاں منظور ہونا ہے وہ کیا ہے؟ اس لئے کہ ہماری اصل دشمن وہ شیطانی قوتیں ہیں کہ جو بہت ہوشیار ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی وقتی طور پر اسے ملتوی کر دیں کہ چونکہ ابھی ان معاملات میں اتفاقِ رائے پیدا نہیں ہو رہا

ہے لہٰذا کسی اگلی کانفرنس میں ہم دوبارہ اس پر گفتگو کریں گے' اور پھر اس دوران وہ ہر طرح کے ذرائع سے جو اُن کے پاس ہیں دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں اور اس طرح مسلمان ممالک کی مزاحمت کو ختم کریں۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ جو بھی اعلامیہ آئے اس کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے۔ اس لئے کہ وہ لوگ جو اس وقت اس کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کر رہے ہیں ان کا تعلق بھی اسی elite طبقے سے ہے کہ جو خود مغرب زدہ ہے اور اُن کے ذہنوں پر مغرب کے بہت گہرے اثرات ہیں۔ اُن کی اقدار (values) وہی ہیں جو مغرب کی ہیں اور اُن کا تصوّرِ اسلام بھی مغرب گزیدہ ہے' جیسا کہ "مار گزیدہ" ہوتا ہے جسے سانپ نے ڈس لیا ہو' اسی طرح ان کا اسلام بھی "مغرب گزیدہ" ہے' کیونکہ انہوں نے اسلام مستشرقین کے ذریعے اور یہودی اور عیسائی دانشوروں کے ذریعے سیکھا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ تو کچھ چیزوں کے بارے میں یہ سمجھ رہے ہوں کہ اُن میں اسلام کے خلاف کوئی بات نہیں' لیکن درحقیقت وہ اسلام کے منافی ہوں۔ بہرحال ہمیں جاگتے رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہنا ہے کہ وہ ہمیں بروقت مطلع کرکے لوگوں کو اس کے متعلق خبردار کرنے کی توفیق دے۔

قرآن مجید کا فلسفۂ کائنات و انسان

آج میں اس موضوع پر ایک اور حوالے سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ ایک بہت بڑا سوال سامنے آتا ہے کہ یہ سب کچھ کہاں اور کیوں ہو رہا ہے؟ آخر اس کا مقصد کیا ہے؟ اور حیوانیت اور شیطنت کا یہ جال کون پھیلا رہا ہے؟ ع

کون سیاہی گھول رہا ہے وقت کے بہتے دریا میں!

آخر اِس حد تک انسان دشمنی میں اور انسان کو انسانیت کی سطح سے اتار کر حیوانیت کی سطح پر لے آنے میں کس کا فائدہ ہے؟ کون ہے کہ جو اس سازش کا منصوبہ تیار کر رہا ہے؟

اصل میں بنیادی مسئلہ جو آج ہمیں سمجھنا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا فلسفۂ کائنات و انسان کیا ہے اور عالم انسانیت میں جو کشاکشِ حق و باطل اور خیر و شر ہے اور جو ازل سے مسلسل جاری ہے' اس کے پیچھے کون سا فلسفہ کارفرما ہے؟ ؎

ستیزہ کار رہا ہے اَزل سے تا اِمروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی!

اس ضمن میں سب سے پہلی بات نوٹ کرنے والی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ فی الارض کی حیثیت سے تخلیق فرمایا اور انسان کو خلافت الٰہی عطا کی گئی۔ یعنی پہلے یہ اتنی بڑی کائنات بنی اور پھر اس میں زمین کا ایسا نظام بنا کہ جس میں حیات کا امکان تھا' پھر اس میں حیاتِ ارضی کا آغاز ہوا اور اس کے بعد کچھ مراحل طے کرتے ہوئے انسان کا ظہور ہوا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی عطا فرمائی۔ چنانچہ فلسفۂ تاریخ اور فلسفۂ خیر و شر کا یہ بنیادی پتھر ہے کہ آدم کی تخلیق خلافت ارضی کیلئے ہوئی ہے۔

تو پہلے نمبر پر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر آدم کو زمین کی خلافت دی گئی تو یہ کل کائنات اس کے لئے مسخر کر دی گئی۔ قرآن مجید میں بار بار یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سورج اور چاند مسخر کر دیئے۔

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴾

(ابراھیم : ۳۳)

"اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں' اور رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کیا۔"

اللہ تعالیٰ نے یہ رات اور دن تمہاری خدمت میں لگا دیئے ہیں' تمہارے لئے یہ دریا بہا دیئے ہیں' زمین کے اندر روئیدگی کی صلاحیت تمہارے لئے پیدا کی ہے۔ تو اس طرح کی آیات تو بے شمار مرتبہ آئی ہیں' لیکن ایک مضمون جو قرآن مجید میں دو مرتبہ آیا ہے وہ بہت ٹھوس اور Profound انداز میں آیا ہے۔ چنانچہ سورۂ لقمان میں فرمایا گیا :

﴿ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾

"کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔"

یعنی انسان کے لئے صرف زمین اور اس کے دریا یا صرف یہ نظامِ شمسی مسخر نہیں کیا گیا بلکہ کل کائنات مسخر کی گئی ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ "مَا فِي السَّمٰوٰتِ" کہا گیا ہے' صرف "سماء"

نہیں کہا گیا ہے۔ چنانچہ اسی کا یہ مظہر ہے کہ انسان چاند کو بھی اپنے قدموں تلے روند آیا ہے اور ابھی کچھ معلوم نہیں کہ کہاں کہاں تک اس کی رسائی ہو گی۔ اسی طرح سورۃ الجاثیہ میں فرمایا :

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ﴾

"اور اس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے کل کا کل۔"

یعنی یہاں اور زیادہ زور دے کر کہا گیا ہے "جَمِيْعًا مِّنْهُ" کہ یہ نہ کوئی سمجھے کہ کوئی چیز مستثنیٰ رہ گئی ہے' بلکہ کل کا کل۔ تو پہلی بات تو یہ کہ اگر آدم کو خلافتِ ارضی دی تو ساری کائنات کو اس کے تابع کر دیا۔ جیسے ہندوستان میں جب وائسرائے مقرر ہو کر آتا تھا تو ساری انتظامی مشینری اس کے تابع کر دی جاتی تھی' ورنہ ظاہر ہے کہ پھر وائسرائے کس کام کا؟

اور دوسری بات یہ کہ ساری ذی شعور مخلوق' جن میں فرشتے سب سے برتر ہیں کہ وہ نوری مخلوق ہیں اور کائنات کا سارا انتظام ان کے ذریعے سے ہی ہو رہا ہے اور ان کے علاوہ جِنّات کہ جو اُن سے ذرا کم تر درجے کی مخلوق ہے' لیکن صاحب ارادہ اور ذی شعور ہے' ان سب کو آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور آدم علیہ السلام کے آگے جھکا دیا گیا' تاکہ وہ سب اس کے تابع فرمان ہو جائیں۔ اس میں اگرچہ سجدہ کا حکم تو فرشتوں اور جِنّوں سب کو تھا لیکن فرشتوں کا ذکر بر سبیلِ تغلیب کیا گیا کہ جب برتر مخلوق کو حکم دے دیا گیا تو کم تر مخلوق اس میں خود بخود شامل ہو گئی۔ بہرحال ان میں سے عزازیل نامی ایک جن جس کا قرآن مجید میں سات مقامات پر ذکر آتا ہے' اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور بغاوت پر اتر آیا۔

یہ جن فرشتوں میں کیوں شامل ہو گیا؟ اس کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ ایک رائے کا ذکر تو پہلے آ چکا ہے کہ سجدے کا حکم تمام جِنّوں کے لئے تھا جن میں یہ بھی شامل تھا اور اس نے سرتابی کی۔ بعض اور جِنّوں نے بھی کی ہو گی لیکن یہ ان کا سرخیل تھا' اس لئے اس کا ذکر قرآن مجید میں آ گیا۔

ایک اور رائے یہ ہے کہ اگرچہ یہ جن تھا' لیکن اپنے زہد' علمیت' تقویٰ اور عبادت گزاری کی بنیاد پر فرشتوں میں شامل ہو گیا تھا ـــــ اور پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ فرشتوں اور جِنوں میں مادۂ تخلیق کی بنیاد پر فرق بہت تھوڑا ہے۔ وہ نوری مخلوق ہیں اور یہ ناری۔ نار میں بھی نور تو ہوتا ہی ہے' بلکہ عربی قواعد کی رو سے دونوں کا مادہ تو ایک ہی ہے' "الف" اور "واؤ" حروفِ علّت ہیں اور یہ ایک دوسرے کی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ "نار" اور "نور" میں فاصلہ تھوڑا ہی ہے۔ اس اعتبار سے تو جِنّات کو فرشتوں کے ساتھ قرب حاصل ہے۔ بہرحال ابلیس نے انکار کر کے علمِ بغاوت بلند کیا اور پھر اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی کہ پروردگار! تُو مجھے قیامت تک کے لئے مہلت دے کہ میں یہ ثابت کر دوں کہ یہ آدم اور اس کی ذریت اس منصب کی اہل نہیں' میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا اور انہیں غلط راستوں پر لے کر جاؤں گا' انہیں تیری توحید کی صراطِ مستقیم سے موڑ کر مختلف پگڈنڈیوں پر لے جاؤں گا اور تو دیکھے گا کہ اِن کی اکثریت تیرے فرمانبردار اور شکرگزار بندوں کی نہیں ہے۔

اس واقعہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ قرآن مجید میں سات مرتبہ آیا ہے اور استعارے کے طور پر نہیں بلکہ واقعے کی حیثیت سے آیا ہے۔ اس کے باوجود جب سائنس کے زیر اثر ایک نیا دور شروع ہوا اور Newtonion دور کے آنے کے بعد ہمارے ہاں سر سید احمد خان (اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے) نے نیا علمِ کلام شروع کیا تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ نہ فرشتوں کا کوئی وجود ہے اور نہ جِنّات کا۔ حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں کا اپنا صاحب تشخص وجود ہے' اگرچہ غیر مرئی ہے' ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے' لیکن فرشتہ انسانی شکل اختیار کر سکتا ہے' اور حضرت جبرئیل علیہ السلام بارہا انسانی شکل میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حدیثِ جبرئیل تو "اُمُّ السُّنَّۃ" کہلاتی ہے' جس میں حضرت جبرائیلؑ نے انسانی شکل میں آ کر حضور ﷺ کو تعلیمِ اُمّت کیلئے دین کے بنیادی حقوق بتلائے۔ اسی طرح جِنّات آگ سے پیدا کئے گئے' تاہم وہ آگ نہیں ہیں۔ جیسے ہم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں' لیکن ہم مٹی نہیں ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ مرنے کے بعد ہمارا جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے گا' لیکن اس وقت یہ پروٹوپلازم

ہے اور Living Matter ہے۔ اسی طرح جِنّات کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے' لیکن وہ آگ نہیں ہیں' یہ بھی غیر مرئی ہیں اور انسانی شکل اختیار کر کے انسانی معاشرے میں آسکتے ہیں۔ تو در حقیقت یہ ہیں وہ عقائد کہ جن کے بارے میں جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے ذہن متزلزل ہیں۔ فزکس کے نیوٹونین (Newtonion) دَور کے شروع ہوتے ہی اس طرح کے شبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ جیسے قرآن مجید میں منکرین قیامت کا قول نقل ہوا ہے کہ ﴿ اِنْ نَّظُنُّ اِلاَّ ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴾ یعنی کچھ گمان سا تو ہوتا ہے کہ جو آپ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا اور حساب کتاب ہو گا تو بات معقول ہے کہ جزا و سزا ہونی چاہئے' نیکو کاروں کو ان کی نیکی کا بدلہ ملنا چاہئے اور بد کاروں کو ان کی بد کاری کی سزا ملنی چاہئے' تو گمان کی حد تک تو آپ کی بات سمجھ میں آتی ہے' لیکن اس پر دل نہیں ٹھکتا' یقین نہیں آتا۔ اسی طرح آج کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی اِن چیزوں کو مانتا تو ہے کہ قرآن و حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے اور تمام علماء بھی کہتے ہیں کہ یہ چیزیں عقائد میں شامل ہیں' انہیں تسلیم کیا جانا ضروری ہے' للذا مان تو لیتے ہیں لیکن وہ پختہ یقین پیدا نہیں ہوتا کہ واقعتاً یہ حقائق ہیں' حالانکہ اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ واقعہ سات مرتبہ آیا ہے کہ فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ آدمؑ کے آگے جھکیں اور وہ سب کے سب جھکے سوائے ابلیس کے۔ ﴿ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلاَّ اِبْلِيْسَ ﴾

تو یہ قِصّہ قرآن مجید میں سات مرتبہ آیا ہے' ایک مدنی سورۃ یعنی سورۃ البقرہ میں اور باقی چھ مکّی سورتوں میں' یعنی الاعراف' الحجر' بنی اسرائیل' کہف' طٰہٰ اور صٓ۔

قِصّۂ آدم و ابلیس —— سورۃ الاعراف کے آئینے میں

سورۃ الاعراف میں اس واقعے کا ذکر اس طرح ہے :

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلاَّ اِبْلِيْسَ ط ﴾

"اور (دیکھو اے انسانو!) ہم نے تمہاری تخلیق کی اور پھر تمہاری ایک خاص صورت گری کر دی' پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ جھک جاؤ آدم کے آگے تو وہ سب کے سب جھک گئے سوائے ابلیس کے۔"

اس کے ضمن میں سورۂ کہف میں وضاحت آئی ہے کہ :

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾

"وہ جنوں میں سے تھا' لہٰذا اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی"۔

اس لئے کہ کوئی فرشتہ اپنے رب کے حکم سے سرتابی نہیں کرتا' ان کی شان تو یہ ہے کہ :

﴿ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾

(التحریم : ٦)

"وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے (بلکہ اللہ کا ہر حکم بجالاتے ہیں) اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے"۔

لیکن یہ جن تھا' صرف اپنے زہد و عبادت اور تقویٰ کی وجہ سے فرشتوں میں شامل ہو گیا تھا' تو اس موقع پر اس کے اندر وہ شیطنت پیدا ہو گئی کہ اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ﴿ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ ﴾ "وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہیں ہوا"۔

﴿ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ﴾ "(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہیں کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا؟" ﴿ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ ﴾ "کہا میں اس سے بہتر ہوں"۔ ﴿ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ ﴾ "مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے"۔

اب یہ سمجھ لیجئے کہ درحقیقت یہ اپنی برتری کا احساس ہی تھا کہ تکبر' گھمنڈ' غرور اور سرکشی کی وجہ سے اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ تو اصل میں ابلیسیت کا حقیقی سبب یہی تکبر اور گھمنڈ ہے۔ اور اس تکبر اور گھمنڈ کی وجہ سے اس میں حسد بھی پیدا ہو گیا۔ دیکھئے یہاں ابلیس کے معنی نوٹ کریں۔ اَبْلَسَ' يُبْلِسُ انتہائی مایوس ہو جانے کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ جب اس نے اللہ کے حکم سے سرتابی کی تو اللہ کی رحمت سے دُور ہو گیا' اللہ کی لعنت کا مستحق قرار پایا' راندۂ درگاہِ حق ہو گیا اور اسے اپنے لئے خیر اور بھلائی کی کوئی امید نہیں رہی۔ مُبْلِس اسے کہتے ہیں کہ جو بالکل مایوس ہو چکا ہو۔ اِبلیس' اِفعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے "انتہائی مایوس شخصیت"۔ چنانچہ اس

مایوسی کے عالم میں اب اس نے اس بات پر کمر کس لی کہ "ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے!" کہ میرا تو جو بیڑا غرق ہونا تھا وہ ہوگیا' اب میں آدم اور اس کی نسل کو بھی گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ اس کو یہ درجہ کیوں ملا کہ مجھے اس کے آگے جھکایا گیا؟ تو یہ دراصل حسد ہے کہ جس کی آگ میں وہ جل رہا ہے۔ ایک تو وہ خود بھی آگ سے بنا ہوا ہے اور دوسرے اس پر مزید حسد کی آگ' تو یہ "نَارٌ عَلٰی نَارٍ" والا معاملہ ہوگیا۔ قرآن مجید میں آیا ہے "نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ" لیکن ابلیس کا معاملہ "نَارٌ عَلٰی نَارٍ" کا ہے۔ لہٰذا ایک تو حسد اور اس کے علاوہ گھمنڈ اور تکبر نے اسے انتہا تک پہنچا دیا۔ اس کے گھمنڈ اور تکبر کا ذکر سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع میں بھی آیا ہے کہ : ﴿ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ "اس نے انکار کیا اور گھمنڈ کیا اور انکار کرنے والوں میں سے ہوگیا۔"

اس کے بعد فرمایا : ﴿ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا ﴾ "اللہ نے فرمایا کہ تم یہاں سے نیچے اترو' تمہیں یہ حق نہیں کہ تم اس میں تکبّر کرو"۔ یعنی یہ جنت ہی میں مقیم تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے وہاں سے نکال دیا۔ ﴿ فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ ﴾ "پس نکل جاؤ' اب تم چھوٹے اور ذلیل و رسوا لوگوں میں سے ہو گئے۔"

﴿ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ "(اس نے ایک عرضداشت پیش کی اور) کہا پروردگار! مجھے اس دن تک کے لئے مہلت دے دے کہ جس دن یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے"۔ یعنی جس دن سارے انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور بعث بعد الموت کا مرحلہ پیش آئے گا' اُس دن تک کے لئے میری زندگی دراز کر دے!

یہ نوٹ کر لیجئے کہ جِنّات کی زندگیاں ہماری زندگیوں سے کہیں زیادہ طویل ہیں۔ ان کی زندگی ہزار برس کی بھی ہو سکتی ہے' دو ہزار برس کی بھی ہو سکتی ہے' لیکن ابدی زندگی ان میں سے کسی کی بھی نہیں ہے' سوائے اس خاص جن ابلیس کے کہ جس کا اصل نام عزازیل تھا اور جس نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کی خصوصی مہلت مانگی کہ میں اس آدم اور اس کی نسل کو تباہ و برباد اور گمراہ کر کے تجھے دکھادوں گا اور ثابت کردوں گا کہ یہ اس منصب کے اہل نہیں ہیں کہ جو تُو نے انہیں عطا کیا ہے۔ ﴿ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ ﴾ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ تمہیں مہلت دے دی گئی!"

اب اس کی ابلیسیت اس طرح اس کی زبان پر آئی کہ اس نے کہا کہ پروردگار! جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا ـــــ یعنی تو نے ہی آدم کو یہ شرف، مقام اور مرتبہ عطا کیا کہ مجھے اس کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا اور تیرے ہی اس حکم کی نافرمانی کی وجہ سے میں راندۂ درگاہ ہو گیا، چنانچہ تیرا ہی فعل ہے کہ جو میری اس گمراہی کا سبب بنا۔ تو گویا تو نے ہی مجھے گمراہ کیا۔

﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ﴾ "کہنے لگا: اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے تو اب میں تیری (توحید کی) صراطِ مستقیم پر اُن انسانوں کی گھات میں بیٹھوں گا (اور ان پر تاک لگا کر حملہ کروں گا)"۔ ﴿ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ ﴾ "پھر میں اُن پر سامنے سے بھی حملہ آور ہوں گا اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان کے دائیں جانب سے بھی اور بائیں جانب سے بھی"۔ ﴿ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ "اور تو اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔"

﴿ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ ﴾ "اللہ نے فرمایا: تُو دفع ہو جا یہاں سے مذمت زدہ ہو کر ٹھکرایا ہوا" ﴿ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ﴾ "ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تو میں لازماً تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا"۔ یعنی جنّات میں سے سب سے پہلے تو خود تمہیں اور پھر جنّات میں سے جو تیری پیروی کریں گے اور انسانوں میں سے بھی جو تیری پیروی کریں گے، ان سب سے میں جہنم کو بھر دوں گا، یہ میرا فیصلہ ہے۔

اب یہ فیصلہ سنانے کے بعد فرمایا:

﴿ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا ﴾ "اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنّت میں رہو اور جنّت میں جہاں سے جو چاہو کھاؤ" ﴿ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ "مگر (ایک درخت کی طرف اشارہ کر دیا کہ) اس درخت کے قریب مت پھٹکنا، ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔"

﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ ﴾ "اب شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ اندازی

کی" ـــــ اس وسوسہ اندازی کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے شیطان اور اس کے چیلوں کو دے رکھی ہے' جیسا کہ سورۃ الناس میں فرمایا : ﴿ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴾ "وہ کہ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے" تو اسی طرح کی وسوسہ اندازی اس نے آدم اور حوا کے دلوں میں بھی کی۔

﴿ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَا وُرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا ﴾ "تاکہ کھول دے اُن پر اُن کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں"۔ یعنی آدم اور حوا کو جنت کی رہائش کے دَوران اللہ تعالیٰ نے جنّت کا کوئی لباس عطا کر رکھا تھا' جس کے بارے میں اِس وقت ہم نہیں جان سکتے کہ وہ کیسا تھا' لیکن اس درخت کے پھل کھانے کا فوری نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عریاں ہو گئے اور اُن پر اُن کی شرمگاہیں نمایاں ہو گئیں۔ سورۃ طٰہٰ میں یہ بھی آتا ہے کہ جب انہیں اپنے برہنہ ہونے کا احساس ہوا تو انہوں نے جنّت کے پتّوں سے اپنی شرمگاہوں کو ڈھانکنا شروع کر دیا ـــــ بہرحال یہاں شیطان کی وسوسہ اندازی کا ذکر ہو رہا ہے : ﴿ وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ۝ ﴾ "(شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہوئے) کہا کہ تمہارے رب نے تو تمہیں اس درخت سے محض اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی نہ حاصل ہو جائے۔" حالانکہ خود فرشتوں سے تو آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا گیا تھا ـــــ لیکن ایک تو انسان کی سرشت میں نسیان کا مادہ رکھا گیا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ شیطان کے اغواء سے اثر قبول کر لیتا ہے' اگرچہ شیطان کو اس پر اختیار نہیں ہے' تاہم وہ وسوسہ اندازی کے ذریعے اور طرح طرح کے خیالات پیدا کر کے انسان کو غلط راستے پر ڈال سکتا ہے۔

﴿ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ۝ ﴾ "اور اس نے اُن دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں تو تمہارا سچا خیر خواہ ہوں"۔ میں تمہاری خیر خواہی میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اس درخت کے پھل کو کھا لو۔ ﴿ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ ﴾ "پھر ان دونوں کو اس نے دھوکے سے پھسلا لیا۔"

﴿ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ

الْجَنَّةِ ﴾ "پھر جب ان دونوں نے اس درخت کا مزہ چکھ لیا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ جنت کے پتوں سے اپنی شرمگاہوں کو ڈھانکنے لگے"۔

اس سے آگے چند آیات کے بعد بنو آدم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ﴾ "اے بنی آدم! بے شک ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جس سے تم اپنی شرمگاہوں کو چھپاتے ہو اور یہ تمہارے لئے آرائش بھی ہے"۔

یہ کاٹن بھی اللہ تعالیٰ نے بنایا اور ریشم کا کپڑا بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے' اور جو بھی فائبرز وغیرہ جس سے تم کپڑا بنتے ہو یہ سب اللہ تعالیٰ نے ہی عطا کیا ہے۔ ان سب کا مقصد لباس بنانا ہے اور لباس کا پہلا مقصد ستر پوشی ہے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ آرائش بھی ہے۔ یعنی ستر کا تقاضا تو یہ ہے کہ مَردوں کا جسم ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ڈھکا ہوا ہونا چاہئے' باقی جسم اگر کھلا ہوا ہو تو اس سے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہو گی' لیکن اس کے ساتھ یہ آرائش ہے کہ جیسے آپ چاہیں قمیض شلوار یا کوئی بھی اور پورا لباس بنا سکتے ہیں۔ عورت کا ستر پورا جسم ہے' سوائے چہرے کی ٹکیہ' دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے' جو ستر میں داخل نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ پورا جسم ستر ہے' اسے مستور اور ڈھکا رہنا چاہئے۔ اسی لئے عورتوں کو مستورات کہا جاتا ہے کہ یہ چھپی ہوئی مخلوق ہیں۔ چنانچہ لباس کا پہلا مقصد ستر کا ڈھانکنا ہے اور اس کے بعد اضافی طور پر اس کا ایک مقصد آرائش بھی ہے۔

﴿ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ﴾ "اور ان سب سے اوپر ایک لباس تقویٰ کا ہے جو بہت ہی بہتر ہے"۔ یہ درحقیقت انسان کی شخصیت میں شرم' حیا' عفت و عصمت کی صفات ہیں۔ اور انہی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ "اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ" یعنی حیا ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ چنانچہ حیا کی صفت تو سب سے اعلیٰ ہے۔ ﴿ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ ﴾ "یہ اللہ کی آیات میں سے ہیں (جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں) تاکہ یہ نصیحت اخذ کریں۔"

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ﴾ "اے بنی آدم! کہیں یہ شیطان تمہیں بھی اسی طرح فتنے میں مبتلا نہ کردے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین (حضرت آدم اور حضرت حوا) کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان سے اتروا دیئے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھول دے"۔ ﴿ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾ "وہ اور اس کے ساتھی (یعنی عزازیل نامی جن ابلیس اور اس کے ساتھ اس گروہ کے دوسرے جنّات' کیونکہ جِنّوں میں سے اکثریت سرکشوں کی ہے) تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں (تمہیں تاکتے ہیں' تم پر حملہ آور ہوتے ہیں) جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے"۔ کیونکہ یہ جن غیر مرئی ہیں' نظر نہیں آتے۔ کوئی انسان دوسرے پر حملہ کرے تو اگر وہ اور کچھ نہ کر سکے تو کم از کم مدافعت کے لئے ہاتھ پاؤں تو مار سکتا ہے اور جس چیز سے بھی حملہ کیا جا رہا ہو اس سے بچاؤ کی کوئی نہ کوئی تدبیر کر سکتا ہے' لیکن اس شخص سے بچاؤ کی کیا صورت ہو گی کہ جو نظر ہی نہ آ رہا ہو؟ چنانچہ یہ جن تو ایسی جگہ سے حملہ کرتے ہیں کہ ان کو دیکھا ہی نہیں جا سکتا۔ ﴿ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ ﴾ "ہم نے ان شیطانوں کو دوست اور پشت پناہ بنا دیا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان نہیں لاتے۔" چنانچہ ایمان سے تہی دست لوگ کہ جو اللہ پر' فرشتوں' آخرت' کتابوں اور نبیوں پر ایمان نہیں رکھتے' پوری طرح سے شیطان کے قابو میں ہوتے ہیں کہ وہ انہیں جس کھائی میں چاہے جا کر پٹخ دے' جس کنوئیں میں چاہے لے جا کر پھینک دے' کیونکہ انہوں نے ایمان نہ لا کر خود شیطان کو اپنا ولی اور پشت پناہ بنا لیا ہوتا ہے۔

بنی آدم کے لئے ابلیس کا چیلنج

مذکورہ بالا آیات قرآن مجید میں سورۃ الاعراف میں وارد ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ مضمون قرآن مجید میں تین جگہوں پر شیطان کے چیلنج کے ساتھ آیا ہے' جبکہ سات میں سے بقیہ تین مقامات پر یہ واقعہ تو بیان ہوا ہے' لیکن شیطان کا چیلنج ذکر نہیں ہوا۔

سورۃ بنی اسرائیل (آیات ۶۱ تا ۶۵) میں یہی بات ذرا مزید وضاحت کے ساتھ آئی

ہے۔ وہاں ابلیس کے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کے بعد اس کے الفاظ نقل ہوئے ہیں :

﴿ قَالَ هٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلًا ﴾ "شیطان نے کہا کہ پروردگار! یہ جو تُو نے اس آدم کو مجھ پر برتری دی ہے تو اگر تو مجھے قیامت کے دن تک کے لئے مہلت دے دے تو میں اس کی اولاد کو ڈھانٹی دے دوں گا (یعنی جیسے گھوڑے یا کسی جانور کے منہ کے اندر لوہے کی کوئی شے باندھ دی جاتی ہے اور پھر اسے کسی بھی طرف لے جایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شیطان نے یہ کہا کہ میں انہیں ڈھانٹی دے دوں گا اور پھر جدھر چاہوں گا لے جاؤں گا) بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے"۔

﴿ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَکَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُکُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴾ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اچھا دفع ہو جا! ان میں سے جو بھی تمہاری پیروی کرے گا تو پھر جہنم ہی تم سب کے لئے بھرپور بدلہ ہو گا"۔ ﴿ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِکَ وَاَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِکَ وَرَجِلِکَ وَشَارِکْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ﴾ "ان انسانوں میں سے جس کے معاملے میں بھی تیرے لئے ممکن ہو اُسے (صراطِ مستقیم سے) اپنی چیخ وپکار اور اپنی آوازوں سے ڈگمگانے کی کوشش کر اور ان پر چڑھا لا اپنے سوار اور اپنے پیادے بھی' اور ان کے مال اور اولاد میں مشارکت کر لے"۔ چنانچہ جب مال حرام طریقے سے کمایا جاتا ہے تو شیطان ایسے مال کے اندر حصہ دار بن جاتا ہے اور جب اولاد زنا کے ذریعے سے پیدا ہو تو شیطان ایسی اولاد کے اندر شریک ہو جاتا ہے۔ ﴿ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ "اور ان سے وعدے کر (یعنی انہیں سبز باغ دکھا) اور شیطان کے وعدے تو ایک دھوکے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔"

﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ ﴾ "(یہ بات سمجھ لے کہ) بے شک میرے بندوں پر تجھے کوئی اختیار نہیں ہو گا"۔ تُو انہیں زبردستی غلط راستے پر نہیں لے جا سکتا' صرف وسوسہ اندازی کر سکتا ہے' برائی کو مزین کر کے دکھا سکتا ہے' اخلاق باختہ تہذیب کو ثقافت کے نام پر دنیا میں عام کر سکتا ہے' لیکن زبردستی کسی کو راہِ ہدایت سے ہٹا کر کفر اور شرک کی حالت میں نہیں لے جا سکتا"۔ ﴿ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ﴾ "اور کافی ہے (اے

نبی ﷺ) آپ کا رب کارساز کے طور پر" ـــــ وہ اپنے بندوں کی مدد اور سہارے کے لئے کافی ہے' کیونکہ وہی ان کا پُشت پناہ اور دوست ہے۔

دو اور سورتوں یعنی الحجر اور ص میں تقریباً ایک جیسے الفاظ میں یہ مضامین آئے ہیں۔

﴿ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ ﴾ "اللہ نے فرمایا کہ (اے ابلیس!) نکل جا یہاں سے' کیونکہ تُو مَردود ہے (لعنت زدہ ہے)"

یہ آیت دونوں مقامات پر جوں کی توں آئی ہے۔

﴿ وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾

"اور اب جزا و سزا کے دن تک کے لئے تجھ پر لعنت ہے"۔

یہ تو سورۃ الحجر میں فرمایا' لیکن سورۃ ص میں ایک لفظ کا فرق ہے: ﴿ وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ "اور اب تجھ پر میری لعنت جزا و سزا کے دن تک رہے گی"۔ ﴿ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ "شیطان نے کہا کہ پروردگار! مجھے مہلت دے دے اس دن تک کے لئے کہ جس دن تو انہیں دوبارہ اٹھائے گا"۔ ﴿ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ ﴾ "فرمایا: تمہیں مہلت دے دی گئی اُس معلوم وقت کے دن تک کے لئے"۔

یہ تینوں آیات سورۃ الحجر اور ص میں بالکل ایک ہی طرح دہرائی گئی ہیں۔ ﴿ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ﴾ "اس نے کہا کہ پروردگار! جیسا کہ تو نے مجھے بہکایا اسی طرح اب میں ان کے لئے زمین میں دل فریبیاں پیدا کر کے ان سب کو لازماً بہکادوں گا"۔ یہ بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں جو سورۃ الاعراف میں آئے ہیں۔

قرآن حکیم میں سورۃ الکہف کے حوالے سے یہ بات آئی ہے کہ انسان کی دلفریبی کے لئے سب سے بڑی چیز زمین کی زیبائش' اس کی چمک دمک اور اس کی رونقیں' دولت' بلڈنگیں اور ساز و سامان ہے کہ آدمی جن کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو جاتا ہے اور اس طرح دنیا کا اور اس کے ظواہر کا پرستار بن جاتا ہے۔ ابلیس نے یہ بات بڑی زور دے کر کہی تھی کہ ﴿ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ "اور میں انہیں ضرور اغوا اور گمراہ کر کے

چھوڑوں گا"۔

سورۂ صٓ میں ﴿ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ ﴾ کے الفاظ نہیں ہیں' بلکہ وہاں فرمایا : ﴿ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ﴾ "(اے پروردگار!) میں تیری عزّت کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ میں ان سب کو گمراہ کرکے رہوں گا"۔ ﴿ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ ﴾ "سوائے ان میں سے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے اپنے لئے خاص کرلیا ہو" یعنی ان پر تو میرا اختیار نہیں ہو گا' باقی پوری نوعِ انسانی کو میں ڈھانٹی دے دوں گا۔

مذکورہ بالا بیان سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک یہ مضمون کتنا اہم ہے کہ سات مقامات پر اس واقعے کا ذکر آیا ہے اور پھر سات میں سے چار مقامات پر شیطان کے اس واضح چیلنج کا ذکر آیا ہے کہ میں نوعِ انسانی کو گمراہ کرکے چھوڑوں گا۔ اور اِس کے علاوہ یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ وہ تکبّر کی وجہ سے گمراہ ہوا اور آدم کے مقام' مرتبہ اور عزت کی وجہ سے اس کے اندر حسد پیدا ہوا۔ اور یہی دو بنیادی بیماریاں ہیں کہ جن کی وجہ سے اس کے اندر نوعِ انسانی کے لئے شدید دشمنی ہے' چاہے اس دشمنی میں اس کا اپنا فائدہ نہ ہو۔ چنانچہ یہی چیز معلوم بھی ہوتی ہے کہ اس کا اس میں اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے' لیکن اپنے غصے اور حسد کی وجہ سے نوعِ انسانی کی دشمنی اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ سورۂ فاطر میں فرمایا :

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ ﴾

"بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے' تو تم بھی اسے دشمن ہی خیال کرو۔"

اور سورۂ کہف میں ارشاد فرمایا :

﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ﴾

"کیا تم نے شیطانِ لعین اور اس کی ذریت کو مجھے چھوڑ کر دوست بنالیا ہے' حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں"۔

تو درحقیقت یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس دنیا میں بدی' شر' برائی' بے حیائی کی ترغیب اور خاص طور پر لوگوں کو عریاں کردینا' ان کالباس اتروادینا' یہ سب گویا شیطان

کی اسی مہلت کا مظہر ہے کہ جو اس نے اللہ تعالیٰ سے لی ہوئی ہے' اور وہ اس مہلت کو اسی کام کے لئے پوری طرح سے استعمال کر رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا عہد

اب دوسرے نقطے پر غور کیجئے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور نسلِ آدم کو اللہ تعالیٰ نے خلافت فی الارض کا منصب عطا فرمایا اور اس نسل آدم میں امامت کا منصب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمایا۔

﴿ وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ ﴾
(البقرۃ : ۱۲۴)

"اور یاد کرو کہ جب ابراہیم کو اس کے رب نے بڑے بڑے کٹھن امتحانوں میں آزمایا' پس وہ ان سب میں پورے اترے (کامیاب ہوئے) اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں' ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا کہ کیا میری اولاد میں سے بھی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا یہ عہد ظالموں کے ساتھ نہیں ہے"۔

یعنی جو لوگ غلط راستوں پر نکل جائیں گے ان کے لئے امامت کا منصب نہیں ہے۔

اب ذرا اس بات کو سمجھ لیجئے! امام سے ہی امت کا لفظ بنا ہے۔ دونوں کا مادہ ایک ہی ہے "ا م م۔ "اَمَّ یَؤُمُّ سے مراد ہے قصد کرنا یا ارادہ کرنا۔ امام وہ ہے کہ جس کا لوگ ارادہ کرتے ہیں اور جس کے پیچھے چلتے ہیں۔

ایک "اُمّتِ مُسلمہ" حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی اسرائیل کی شکل میں گزری ہے کہ جس کو امامت النّاس کا منصب ملا۔ یہ اسی وعدے کی عملی شکل تھی جو ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا تھا۔ چنانچہ انہیں دنیا میں فضیلت دی گئی' جس کا دو مرتبہ صرف سورۃ البقرۃ میں ذکر فرمایا گیا :

﴿ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴾

"اے اولادِ یعقوب! ذرا میری اُس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھی' اور یہ

کہ میں نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی تھی"۔

ظاہر ہے کہ جب امامت دی گئی تو فضیلت تو آپ سے آپ ہی مل گئی۔ اس کے علاوہ تین کتابیں اور بے شمار صحیفے دیئے گئے۔ تورات انہیں دی گئی' زبور اور انجیل انہیں دی گئی' ان کے مابین چودہ سو برس تک نبوّت و رسالت کا تار ٹوٹا ہی نہیں' ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا فوراً اس کی جگہ لے لیتا۔ یعنی ۱۴۰۰ ق م سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک نبوّت کی ڈور بالکل نہیں ٹوٹی۔ حضور ﷺ کے اپنے الفاظ ہیں :

((كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ))

"(بنی اسرائیل میں) جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو کوئی دوسرا اس کی جگہ لے لیتا"۔

حضرت داوٗد علیہ السلام فوت ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے۔ دونوں نبی تھے اور خلیفہ بھی۔ لیکن اس کا ایک منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ بنی اسرائیل میں یہ گھمنڈ پیدا ہو گیا کہ ہم کوئی نرالی شے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ کچھ دیا ہے' ہمیں نوازا ہے' فضیلت دی ہے اور ہمیں چن لیا ہے' تو گویا ہمارا کوئی ذاتی وصف ہے' ہماری ذاتی قدر و قیمت ہے کہ جس کی وجہ سے ہمیں یہ مقام عطا ہوا ہے۔ چنانچہ اس گھمنڈ' غرور اور تکبر کا یہ نتیجہ نکلا کہ یہ چیز اُن کے شعور کے رگ و پے اور ریشے ریشے میں سرایت کر گئی کہ :

We are the chosen people of the Lord

"ہم خدا کے برگزیدہ اور چنے ہوئے لوگ ہیں"۔ یہ بات ہر یہودی بچے کی گھٹی میں ڈال دی جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں ان کا قول نقل ہوا : ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ "ہم تو اللہ کے بیٹوں کی مانند ہیں اور اس کے لاڈلے اور چہیتے ہیں"۔ تو ایک زاویئے سے تو یہ بات درست تھی کہ فضیلت تو واقعتاً انہیں دی گئی تھی' لیکن اس بات کا دوسرا حصّہ ان کے ذہن سے نکل گیا کہ یہ فضیلتِ محض نہیں ہے' بلکہ مشروط ہے کہ اگر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے راستے پر چلو گے تو یہ فضیلت تمہارے پاس رہے گی' لیکن اگر اس راستے کو چھوڑ کر دنیا پرستی اور شہوت پرستی میں گر جاؤ گے اور شریعت کو چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کرو گے' اللہ کے دین کی طرف پشت کر لو گے اور اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دو

گے تو پھر فضیلت کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ پھر تم Chosen People of the Lord نہیں ہو۔ لیکن یہ بات ان کے ذہنوں سے نکل گئی اور صرف یہ بات سامنے رہ گئی کہ :

"We are the chosen people of the Lord"

اس خیال اور عقیدے کے جراثیم تو ابتدا ہی سے بنی اسرائیل کے ذہن میں جڑ پکڑ چکے تھے، لیکن جب تالمود کا زمانہ آیا تو ان کا یہ عُجبِ نفس یہاں تک پہنچ گیا کہ انسان تو صرف ہم ہیں۔ اور تالمود کے بارے میں یہ بات جان لینی چاہئے کہ یہ کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے، بلکہ یہودی علماء کے فتاویٰ ہیں۔ ہمارے ہاں تو عقائد، سیرت، فقہ، حدیث وغیرہ کی کتابیں علیحدہ علیحدہ ہیں، لیکن یہود کے ہاں ان سب کا مجموعہ تالمود ہے۔ تو تالمود میں آ کر بات یہاں تک پہنچ گئی کہ انسان تو صرف ہم ہیں، باقی جو نوعِ انسانی نظر آتی ہے یہ انسان نما حیوان ہیں، یہ محض انسان نظر آتے ہیں، لیکن اصلاً دو ٹانگوں پر چلنے والے حیوان ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے Gentiles اور Goyems کے الفاظ ایجاد کر لئے کہ یہ کم تر درجے کی مخلوق ہیں۔

اس ذہنیت کی بناء پر اُن پر جو اخلاقی زوال آیا اس کی انتہا حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت پر ہوئی، یعنی اس قوم کا ضمیر اس قدر بگڑ گیا، طبائع میں اتنا فساد آ گیا اور شخصیتیں اتنی مسخ ہو گئیں کہ اللہ کے جلیل القدر نبی کو وَلَدُ الزِّنَا کہہ دیا، جادوگر، مرتد اور واجب القتل قرار دے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس قوم کو ملعون قرار دے دیا گیا۔

﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ﴾ (المائدہ : ۷۸)

"بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی"۔

جیسے ابلیس پر لعنت ہوئی تھی، ایسے ہی ان پر لعنت ہوئی اور یہ مَغْضُوْب عَلَيْهِمْ قرار پائے۔ اگرچہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک رعایت برتی کہ انہیں مہلت دی اور انہیں عاد اور ثمود کی طرح ہلاک نہیں کیا، بلکہ زمین پر زندہ رکھا ـــــ اور پھر جب چھ سو برس بعد حضور ﷺ کی بعثت ہوئی اور دوسری اُمّتِ مُسلمہ سامنے آئی یعنی اُمّتِ محمدؐ تو انہیں

ایک دوسرا موقع دیا گیا اور یہ رعایت دی گئی کہ اگرچہ تم نے اپنے رسول یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے بس پڑتے سولی پر چڑھا دیا تھا' یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم انہیں زندہ آسمانوں پر لے گئے' لیکن تم نے تو اپنی طرف سے انہیں سولی دے دی تھی' تو اس جرم کی پاداش میں تم اس بات کے مستحق ہو گئے تھے کہ تمہیں ہلاک کر دیا جاتا' لیکن ہم تمہیں پھر ایک اور موقع دے رہے ہیں کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول بن کر آئے ہیں جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں' تم ان کی رحمت کے سائے میں آجاؤ تو پروردگار اب بھی تم پر رحمت فرمانے کے لئے تیار ہے۔ ﴿عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ﴾ لیکن اس بدبخت قوم نے اس موقع سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بدترین دشمن یہی یہودی لوگ بن گئے' لہٰذا اب ان کے مردود' مغضوب علیہم' ملعون اور رجیم ہونے پر مہرِ تصدیق ثبت ہو گئی۔ اب گویا کہ وہ مجموعی طور پر "ابلیس" بن گئے۔ یعنی انسانوں میں ابلیس۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ابلیس کے معنی ہی یہ ہیں کہ جسے کوئی امید نہ رہ جائے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور پھر اللہ کی رحمت کے دائرے میں آنے کا جو موقع انہیں ملا تھا اسے ان لوگوں نے گنوا دیا۔ اب یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہیں کسی خیر کی کوئی توقع نہیں ہے' کسی بھلائی کی انہیں کوئی امید نہیں ہے۔

مشترک مقصد کے لئے ابلیس اور یہود کا گٹھ جوڑ

اب اس بات کا نتیجہ سمجھ لینا چاہئے کہ ابلیسِ لعین عزازیل اور اس کے شیاطینِ جن کا لشکر اور انسانوں میں سے یہودی' یہ سب مل کر ابلیسی قوت بنے ہیں۔ ان سب کا آپس میں گہرا گٹھ جوڑ ہے۔ انسانوں میں ابلیسیت کی سب سے بڑی ایجنسی یہودیوں کے پاس ہے۔ بالکل وہی غصہ اور حسد جو ابلیسِ لعین کو حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفہ بنائے جانے پر ہوا تھا اس یہودی قوم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ہوا کہ آپ کو نبوت کیوں ملی' نبوت کے اصل حقدار تو ہم ہیں! یہ اَن پڑھ قوم میں نبوت کیسے آگئی؟ چنانچہ اسی حسد کی بناء پر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں پر ایسا کاری وار کیا کہ جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ عبداللہ بن سبا جو یہودی تھا اور یمن سے آیا تھا اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کے دور میں مسلمانوں کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا اور یہ تقسیم آج تک قائم ہے۔ پہلے ان کا نام شیعانِ عثمان اور شیعانِ علی تھا' اب اہلسنّت اور شیعہ کے نام سے یہ تقسیم موجود ہے' اور یہ سب اسی یہودی عبداللہ بن سبا کا کیا دھرا ہے۔ تو جس طرح ابلیس نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ وہ اپنے ساتھ انسانوں کی اکثریت کو جہنم رسید کروا کے چھوڑے گا اسی طرح انسانوں میں ابلیس کے یہ ایجنٹ یعنی یہودی اسی پر ادھار کھائے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کا بیڑا غرق کر کے چھوڑیں گے۔

چنانچہ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اصل گٹھ جوڑ تو ابلیسِ لعین عزازیل اور اس کے ساتھی شیاطینِ جن کے لشکر اور زمین پر یہودی قوم' خاص طور پر Zionists کہ جو صیہونیت کی تحریک کو لے کر چل رہے ہیں ان کے درمیان ہے' لیکن ان کا سب سے زیادہ تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ اس وقت عالمِ عیسائیت ان کا آلۂ کار بن چکا ہے۔ یہودیوں نے جس طرح مسلمانوں میں شیعہ اور سُنّی کی تقسیم کروائی اسی طرح عیسائیوں میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی تقسیم کروائی اور پھر پروٹسٹنٹ کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ WASP (White Anglo Saxon Protestants) کے سب سے بڑے مراکز اِس وقت امریکہ اور انگلستان ہیں' جو یہودیوں کے سب سے بڑے ایجنٹ ہیں' لیکن اب تو کیتھولک عیسائیوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور پوپ نے بھی یروشلم کو اسرائیل کا دارالخلافہ تسلیم کر لیا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کا جو الزام یہودیوں پر ہے اس سے بھی ان کو بری کر دیا ہے۔

چنانچہ اب دوبارہ یہ بات سمجھ لیں کہ ایک طرف غیر مرئی عزازیل جن اور شیاطین جن کا غیر مرئی لشکر اور زمین پر انسانوں میں یہودی اور یہودیوں میں سرفہرست صیہونی تحریک کے علمبردار اور پھر ان کا آلۂ کار سارا عالمِ عیسائیت اور ان میں خاص طور پر WASP ـــــ ان سب کے پیشِ نظر نوعِ انسانی کے لئے "نیو ورلڈ آرڈر" کی صورت میں دوگونہ پروگرام ہے۔ اس پروگرام کی تکمیل کے لئے مختلف ادارے کام کر رہے ہیں' یو این او' آئی ایم ایف' ورلڈ بینک' ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن اور اس کا ذیلی ادارہ TRIPS' پھر یہ Women 2000 کانفرنس' قاہرہ کانفرنس' بیجنگ کانفرنس' بیجنگ پلس

فائیو کانفرنس' اور ابھی ان کانفرنسوں کا سلسلہ چلے گا' کیونکہ اب اگر مسلمانوں نے اس میں کوئی رکاوٹ ڈالی تو اس رکاوٹ کو ختم کرنے کے ذرائع سوچے جائیں گے۔ ان کے ہاتھ میں بہت طاقت ہے اور وہ بہت سے ذرائع استعمال کرکے بہت سے مسلمانوں کو جھکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

چنانچہ یہ بات سمجھ لیں کہ ان کے پیش نظر دو طرفہ پروگرام ہے۔ ایک طرف تو یہ کہ آخرت کی تباہی جو اُن کیلئے تو مقدّر ہو ہی گئی ہے اب زیادہ سے زیادہ انسانوں کو اپنے ساتھ اس تباہی میں شریک کریں' لہٰذا اُن کو انسانیت کے مقام سے نیچے گرا کر اُن میں سے شرم' حیاء' عِفّت و عصمت کا احساس ختم کر دیا جائے' ان کے لباس اتروا کر انہیں برہنہ کر دیا جائے' یعنی وہی کام کہ جو ابلیس کا ہے' جس کی تنبیہہ اللہ تعالیٰ نے فرمادی تھی کہ:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ ﴾

"اے بنی آدم! شیطان کہیں تمہیں بھی اسی طرح فتنے کا شکار نہ کر دے کہ جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان پر سے ان کے لباس اتروا دیئے تھے' تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھول دے"۔

تو خبردار! کہیں یہ تمہارے لباس بھی نہ اتروا دے! لہٰذا آج ابلیس کے مشن کے مطابق اصل منصوبہ اسی کا ہے اور پھر زمین پر اس کے ایجنٹ یہودی بنے ہوئے ہیں کہ انہوں نے عفّت و عصمت ختم کرکے خاندانی نظام کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے —— اور پھر اسی کا مظہر ہیں جو پے در پے کانفرنسیں ہو رہی ہیں' قاہرہ کانفرنس اور پھر بیجنگ کانفرنس اور بیجنگ پلس فائیو کانفرنس۔ تو ایک پروگرام تو یہ ہے کہ انسان کو برہنہ کرکے اسے شرفِ انسانیت سے محروم کر دیا جائے۔

دوسری طرف یہود کا منصوبہ یہ ہے کہ سود کے ذریعے سے پوری نوعِ انسانی کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا جائے۔ اسی مقصد کے لئے ورلڈ بینک' آئی ایم ایف اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن جیسے ادارے قائم کئے گئے' اور اب ایک ادارہ TRIPS بیج پر اجارہ داری قائم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے کہ بیج کے معاملے میں بھی لوگ ان کے محتاج ہو جائیں کہ

جسے یہ بیج دیں گے تو وہ اپنے کھیتوں میں کاشت کر سکیں گے۔ گویا ان کے پیش نظر یہ ہے کہ رزق کے سارے خزانے اپنے ہاتھ میں لے لیں کہ ہماری شرائط مانو گے تب ہم تمہیں کھانے کو دیں گے' ورنہ نہیں دیں گے۔

تو سمجھ لیجئے کہ یہود نے سیاسی سطح پر سیاست کو مذہب سے علیحدہ کرکے سیکولرزم کا نعرہ بلند کرکے "انسانی حاکمیت" کا ڈنکا بجادیا اور معاشی سطح پر عالمی معیشت میں سود اور جوئے کو تانے بانے کی طرح پرو دیا۔ سٹاک ایکسچینج بھی جوئے ہی کی ایک شکل ہے' اور یہ اس وقت ان کا سب سے بڑا نشانہ ہے کہ ایک دفعہ بہت بڑا سرمایہ یہاں لاکر ڈال دیں' پھر جب حصص کی قیمت کم ہو جائے تو اپنا سرمایہ نکال لیں اور اس طرح پوری کی پوری سٹاک ایکسچینج بیٹھ جائے گی۔ ملائیشیا اور انڈونیشیا کے ساتھ انہوں نے یہی کیا ہے۔ اسی طرح معاشرتی سطح پر عریانی اور بے حیائی پھیلادی۔ چنانچہ سیاست میں سیکولرازم' معیشت میں سود اور جوا اور معاشرت میں بے حیائی عام کرکے دجالیت کے فتنے کو عام کیا۔

ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اصل میں یہ سب کھیل کون کھیل رہا ہے اور کس کا ہاتھ اس کے پیچھے کام کر رہا ہے' اس کا کیا مقصد ہے؟ تو دراصل یہ حسد کی بناء پر ہے جس میں غیر مرئی طور پر ابلیسِ لعین جل رہا ہے اور مرئی طور پر انسانوں میں یہودی' کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ٹھکرا کر محمد ﷺ کی اُمّت کو یہ مقام کیوں عطا کیا کہ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ہماری تو اس "خیرِ اُمّت" کے منصب پر اجارہ داری تھی' ہمارے پاس یہ منصب دو ہزار برس تک رہا' ہم سے یہ منصب چھین کر انہیں کیوں دے دیا گیا۔ چنانچہ اس حسد کی آگ میں وہ پوری نوعِ انسانی سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔

علّامہ اقبال نے ایک نظم میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ابلیس کی عرضداشت کے الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں ؎

کہتا تھا عزازیل خداوندِ جہاں سے
پرکالۂ آتش ہوئی آدم کی کفِ خاک

یعنی عزازیل اللہ تعالیٰ کے دربار میں عرض کرتا ہے کہ اب میری تو اس جہاں میں

ضرورت نہیں رہی' کیونکہ انسانوں میں میرے ایسے ایسے ایجنٹ پیدا ہو گئے ہیں کہ جو میرے بھی کان کتر سکتے ہیں' یہ جو آدم کو تو نے خاک کی مٹھی سے بنایا تھا اب اس کے اندر ہی میں نے شیطنت کی آگ بھر دی ہے ۔

جاں لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب
دل نزع کی حالت میں خرد پختہ و چالاک

آج کا انسان ایسا ہی ہے کہ جاں یعنی روح لاغر ہے کہ جس کے اندر زندگی ہی نہیں ہے اور جسم انتہائی فربہ کہ اس پر موٹی موٹی چربی چڑھی ہوئی ہے اور لباس انتہائی اعلیٰ کہ امریکہ اور فرانس کا بنا ہوا ہے۔ دل نزع کی حالت میں ہے اور روح دم توڑ رہی ہے' لیکن عقل بڑی پختہ اور چالاک ہے کہ مادی علوم کو اُس نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے' ٹیکنالوجی اپنی انتہا کو چھو رہی ہے کہ ۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

اب اس نظم کا درمیانی شعر ملاحظہ ہو۔ ۔

ناپاک جسے کہتی تھی مشرق کی شریعت
مغرب کے فقیہوں کا یہ فتویٰ ہے کہ ہے پاک!

مشرق کی شریعت تو عملِ قومِ لوط کو بہت بڑی گندگی کہتی تھی' لیکن مغرب کے فقیہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ پاک ہے۔ چنانچہ بیجنگ کانفرنس کے ایجنڈے میں یہ بات موجود ہے کہ یہ بھی ایک نارمل جنسی رجحان ہے' اس کے بارے میں خواہ مخواہ بہت زیادہ حساس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ۔

تجھ کو نہیں معلوم کہ حورانِ بہشتی
ویرانیٔ جنّت کے تصوّر سے ہیں غمناک

اب یہ شاعرانہ تصور بیان کر رہے ہیں کہ بہشت کی حوریں بڑی غمناک حالت میں یہ کہہ رہی ہیں کہ اے اللہ! یہ جنّت تو ویران رہ گئی' اس میں تو کوئی آنے والا رہ ہی نہیں گیا' انسان تو سارے کے سارے شیطان کے پیچھے چلے گئے' اب ہم تو یہاں اکیلی رہ جائیں

گی' ہمارے لئے تو کوئی ازدواج رہا ہی نہیں ؎

جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہہِ افلاک!

کہ اے اللہ! اب آسمان کے نیچے اس زمین پر میری تو ضرورت ہی نہیں رہی۔ ان سیاست کے ارباب سے بڑا ابلیس کون ہو سکتا ہے؟ میرا کام کرنے والے یہ سیاستدان موجود ہیں جو سب ایک دوسرے سے بڑھ کر ابلیس ہیں۔

حق و باطل کی کشمکش کا آخری مرحلہ

حق و باطل کی یہ کشمکش جو روزِ ازل سے شروع ہو گئی تھی اب آخری مرحلے میں آ گئی ہے اور تاریخ انسانی کا سب سے بڑا تصادم اب ہونے والا ہے ؎

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مؤمن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

یہ معرکہ اب زیادہ دور نہیں ہے' اس لئے کہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اس نے دنیا پر اپنا دین غالب کرنا ہے' جس کا ذکر قرآن مجید میں دو دفعہ آیا ہے۔ سورۃ الصف میں الفاظ آئے ہیں : ﴿ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ "اللہ تو اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا' خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گزرے"۔ غالب تو آخر کار اللہ ہی کو آنا ہے۔ اَلْحَقُّ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى عَلَيْهِ ـــــ "یقیناً 'الحق' ہی غالب ہو گا' کسی اور کی اس پر غالب آنے کی حیثیت نہیں ہے"۔ یہ حق اور باطل' خیر اور شر کی جنگ بالآخر حق کی فتح پر منتج ہو گی ـــــ اور سورۃ التوبہ میں یہ مضمون بایں الفاظ آیا ہے : ﴿ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝ ﴾ "اللہ کو بالکل منظور نہیں ہے مگر یہ کہ اپنے نور کا اتمام فرمائے' چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔" جس کو علامہ اقبال نے کہا ؏

یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!

توحید کی شاہراہ پر ابلیس نے جو چھاپے مارے ہیں اور جس طرح اس نے کمین گاہ بنا کر نوعِ انسانی پر حملہ کیا ہے اب وہ وقت یقیناً آنے والا ہے کہ شرک اور ضلالت کی یہ ساری ظلمتیں کافور ہوں گی۔

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی!

چنانچہ اس معرکہ حق و باطل کا آخری نتیجہ آدم کی خلافت کی صورت میں برآمد ہو گا جہاں سے یہ کہانی شروع ہوئی تھی۔ عالمی نظامِ خلافت پر منتج ہو کر پھر اس دنیا کی تاریخ ختم ہو جائے گی اور پھر قیامت آ جائے گی، لیکن یہ خلافت پورے روئے ارضی پر یقیناً قائم ہو گی۔ از روئے حدیثِ نبویؐ :

((لَا یَبْقٰی عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ کَلِمَةَ الْاِسْلَامِ))

حضرت مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا : "اس روئے ارضی پر نہ تو اینٹ گارے کا بنا ہوا کوئی مکان باقی رہے گا اور نہ کوئی کمبلوں کا بنا ہوا خیمہ رہے گا، مگر یہ کہ اس میں کلمۂ اسلام داخل ہو کر رہے گا"۔ یہ حق کا بول بالا ہو کر رہنا ہے۔ اس لئے کہ :

﴿ اِنَّهُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا ۝ وَّاَکِیْدُ کَیْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَیْدًا ۝ ﴾ (الطارق : ۱۶، ۱۷)

"یہ لوگ (یعنی کفار) کچھ چالیں چل رہے ہیں اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں، پس ان کافروں کو اک ذرا سی دیر اُن کے حال پر چھوڑ دو!"

یہ ابلیس اور شیطان اور زمین پر ان کے ایجنٹ یہودی اپنی سی چالیں چل رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی چال چل رہا ہے۔

﴿ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝ ﴾

(آل عمران : ۵۴)

"انہوں نے بھی چالیں چلیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی چال چلی، اور اللہ بہترین چال چلنے والا ہے"۔

پس چہ باید کرد

اس عالمی خلافت کے قیام کے لئے لائحہ عمل یہ ہے کہ پہلے ہم میں سے ہر شخص اپنی ذات میں اللہ کا خلیفہ بنے۔ خلیفہ کا کام چونکہ اصل مالک کا حکم نافذ کرنا ہوتا ہے' اس لئے ہم میں سے ہر ایک سب سے پہلے اپنی ذات میں اللہ کا حکم نافذ کرے' اپنے گھر میں اور اپنے دائرہ اختیار میں اللہ کے حکموں کا نفاذ کرے ــــ اور یہی منزل سب سے کٹھن اور مشکل ہے۔ ؏

منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں!

اور تنظیم اسلامی چونکہ اسی بات پر سب سے زیادہ زور دیتی ہے اس لئے اس کی رفتار سست ہے۔ اگر محض جوش دلوا کر گولیوں کے آگے گریبان کھلوانا ہوتے تو یہ کام کبھی کا ہو چکا ہوتا۔ لیکن ہمیں یہ معلوم ہے کہ جب تک خود ٹھیک نہیں ہوں گے اُس وقت تک بات نہیں بن سکتی۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی!
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا!

تو پہلی بات یہ کہ افراد اپنے طرز عمل کی اصلاح کریں۔ پھر وہ جمع ہوں اور کسی ایک شخص کے ساتھ بیعت کے منصوص' ماثور اور مسنون تعلق کے ذریعے منسلک ہو کر بنیانِ مرصوص بنیں اور ایک حزب اللہ کی شکل اختیار کر لیں۔ پھر جب یہ حزب اللہ اتنی طاقتور ہو جائے کہ شیطان اور اس کے پورے نظام کو چیلنج کر سکے تو پھر وہ میدان میں آئے اور گردنیں کٹوانے کے لئے تیار ہو کہ ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!

لیکن اس میں سب سے اہم وہی بات ہے کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو بدلنا ہوگا اور یہی سب سے مشکل کام ہے۔ کیونکہ اپنے آپ کو بدلنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔

خواہشیں ہیں کہ نظام بدل جائے اور اسلام آ جائے' لیکن مَیں نہیں بدلوں گا' مَیں تو جوں کا توں رہوں گا' میرا اگر کوئی سودی کاروبار ہے تو وہ جاری رہے گا' میرے گھر میں بے پردگی ہے تو وہ جاری رہے گی' میں اپنی جگہ سے ہرگز نہیں ہلوں گا۔ "زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد"

بہرحال اصل طریقہ وہی ہے کہ جس کا پہلے ذکر کیا جاچکا ہے اور تنظیم اسلامی اسی کے مطابق چل رہی ہے اور جمی ہوئی ہے' چاہے کوئی response ملے یا نہ ملے۔ یہ کام کرتے چلے جانا ہے' جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں حضور ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ﴾ کہ جو حکم آپؐ کو ملا ہے اس پر جمے رہیے' ڈٹے رہیے۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اگر ۹۵۰ برس تک قوم کی طرف سے کوئی response نہیں ملا تو اس میں ان کے لئے ناکامی کی کوئی بات نہیں تھی۔ ناکام تو اصل میں قوم ہوگئی جو صراطِ مستقیم پر گامزن نہ ہو سکی اور شرک و گمراہی کی تباہ کن گھاٹیوں میں گر کر برباد ہوگئی ـــــ اور پھر دُنیوی اعتبار سے بھی وہ قوم کسی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی بلکہ اللہ کے عذاب کی گرفت میں آگئی اور طوفانِ نوح میں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئی۔ سچ فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے:

﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ ﴾ (آل عمران : ۱۸۵)

"کامیاب اصل میں وہ ہے جو وہاں آتشِ دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے۔ رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے"۔

بارک اللّٰہ لی ولکم فی القرآن العظیم ونفعنی وایّاکم بالآیات والذّکر الحکیم

(ترتیب و تسوید : علاؤ الدین خان)

توحیدِ عملی

کا فریضۂ اقامتِ دین سے ربط و تعلق

سورۃ الشوریٰ آیات ۱۳ تا ۲۱ کی روشنی میں

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد
مرتب : شیخ جمیل الرحمٰن

(تیسری قسط)

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ط اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ○ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ○ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ج وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ج وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ج وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ط اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ط لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ط لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ط اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ج وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ○ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ط وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ○ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ج وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا لا وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ط اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ

يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ○ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ ۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ
يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ○ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ
حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ
نَّصِيْبٍ○ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ؕ
وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

(الشوریٰ : ۱۳-۲۱)

یہ سورۃ الشوریٰ کی نو آیات ہیں۔ ان نو آیات میں تین آیات حجم کے اعتبار سے نسبتاً بڑی ہیں اور مضامین کے اعتبار سے بڑی اہم بھی' بلکہ اقامتِ دین کے موضوع پر یہ مقام قرآن مجید کا ذروۂ سنام (Climax) یعنی چوٹی ہے۔

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ ﴾ میں لکُمْ خطاب کی ضمیر ہے اور اس کی مخاطب پوری نوع انسانی ہے' جو کہ اُمّتِ محمد ﷺ ہے۔ قبل ازیں یہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ جو لوگ آپؐ کی تصدیق کرتے ہیں' آپؐ پر ایمان رکھتے ہیں' آپؐ کو اللہ کا آخری نبی و رسول مانتے ہیں' خود کو آپؐ کی ذاتِ اقدس سے منسوب کرتے ہیں وہ اُمّتِ اجابت ہیں اور باقی تمام انسان اُمّتِ دعوت ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت پوری نوعِ انسانی کے لئے ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت سے لے کر تاقیامِ قیامت جتنے انسان بھی اس دنیا میں آئیں گے وہ سب آپؐ کی امت دعوت میں شامل ہیں۔ "شَرَعَ" کے معنی ہیں "کسی چیز کو مقرر کر دینا۔" ہمارے یہاں عام طور پر استعمال ہوتا ہے یہ "شارع عام" نہیں ہے' یا سڑکوں کے نام "شارع" کے ساتھ رکھے جانے لگے ہیں' جیسے "شارع فیصل"۔ چونکہ سڑک اور راستہ چلنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے اس لئے شارع کہلاتا ہے۔ تو کسی چیز کا تعین اور مقرر ہو جانا لفظ "شَرَعَ" کا اصل مفہوم ہے۔ ﴿ شَرَعَ لَكُمْ .... وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾ کا ترجمہ ہو گا : "مقرر کیا تمہارے لئے دین میں سے وہی کچھ جس کی وصیت کی تھی (اللہ نے) نوح (علیہ السلام) کو اور جس کی وحی کی ہم نے (اے محمد ﷺ) آپؐ کی طرف' اور جس کی ہم نے وصیت کی تھی ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو (علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام) کہ دین کو قائم کرو (یا قائم رکھو) اور اس کے بارے میں کسی تفرقہ میں مبتلا نہ ہو جانا" ـــــ "قائم

کرو دین کو" یا "قائم رکھو دین کو" یہ دونوں ترجمے ہوں گے۔ یعنی دین قائم ہو تو اسے قائم رکھو! قائم نہ ہو تو اس کو قائم کرو!!

اقامتِ دین کا حکم

"اَقِیْمُوْا" کا لفظ اَقَامَ' یُقِیْمُ' اِقَامَۃً (بابِ افعال) سے فعل امر جمع مذکر مخاطب ہے۔ معنی ہوں گے کسی چیز کو کھڑا کرنا یا کھڑا رکھنا۔ تفہیم کیلئے خیمہ پر قیاس کریں تو اگر خیمہ کھڑا ہے تو کھڑا رکھا جائے گا اور اگر گر گیا ہے تو اُسے کھڑا کیا جائے گا ـــــ کھڑا ہے اور آندھی آ رہی ہے' طوفان آ رہا ہے' تو اُسے کھڑا رکھنے کا اہتمام کرنا ہو گا کہ کھونٹے مضبوط ہوں۔ رسّوں کو مضبوطی سے تھام کر رکھنا ہو گا کہ کہیں خیمہ گر نہ جائے۔ پس خیمہ کھڑا ہے تو اسے کھڑا رکھو اور اگر گر گیا ہے تو کھڑا کرو۔ تو یہ دونوں مفہوم اَقِیْمُوْا کے فعل امر میں شامل ہیں۔ مَیں نے یہ دونوں مفہوم اس لئے بیان کئے ہیں کہ تراجم میں اگر یہ لفظی فرق آپ کو نظر آئے تو اس کی وجہ سے پریشان نہ ہو جائیں کہ ترجمہ "کھڑا رکھو" درست ہے یا "کھڑا کرو" ـــــ دونوں ترجمے درست ہیں۔ دونوں مفاہیم اَقِیْمُوا الدِّیْنَ میں موجود ہیں۔ "دین کو قائم رکھو یا قائم کرو"۔

قابلِ غور مقام

آیت کے اس حصّہ کے آخر میں فرمایا : ﴿ وَلاَ تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ ﴾ "اور اس کے بارے میں کسی تفرقہ میں مبتلا نہ ہو جانا"۔ یہاں "فِیْہِ" کا لفظ بہت اہم ہے' اس کو اچھی طرح سمجھنا ہو گا۔ اس مقصد کے لئے لفظ "دین" کو ایک مرتبہ پھر اچھی طرح جان لیجئے کہ "دین" کس کو کہتے ہیں اور دین میں تفرقہ کے معانی کیا ہوں گے؟ اگرچہ دین اور تفرقہ کی تشریح پہلے ہو چکی ہے تاہم چونکہ اس سورۂ مبارکہ کا یہ عمود اور مرکزی مضمون ہے لہٰذا ایک بار پھر ان کو اچھی طرح سمجھنا اور ذہن نشین کرنا ضروری ہو گا۔

لفظ "دین" کی مزید تشریح

عربی زبان میں دین کا لفظ بنا ہے دَانَ یَدِیْنُ سے۔ اس کے بنیادی معنی ہیں بدلہ اور جزا و سزا۔ جیسے سورۃ الفاتحہ میں فرمایا : ﴿ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ﴾ "بدلے یا جزا کے دن کا

مالک"۔ سورۃ الماعون میں فرمایا : ﴿ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ﴾ "کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جو (آخرت کے) بدلہ اور جزا کو جھٹلاتا ہے"۔ سورۃ الانفطار میں فرمایا : ﴿ کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ﴾ (آیت ۹) "ہرگز نہیں' بلکہ (تمہارے اعراض کی اصل وجہ یہ ہے کہ) تم بدلہ اور جزا و سزا (کے دن) کو جھٹلاتے ہو"۔ قرآن مجید کی ان تین آیات کے حوالے سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ ان میں "دین" کے معنی بدلہ اور جزا و سزا کے ہیں۔ یہ اس لفظ کا بنیادی مفہوم ہے۔ اسی معنی میں لفظ "دَین" آتا ہے' جس کے معنی قرض کے ہیں۔ آپ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر دیں تو وہ واپس نہیں لی جاتی۔ وہ ہدیہ ہے' عطیہ ہے۔ لیکن دَین کیا ہوتا ہے؟ آپ نے کسی کو قرض دیا' اب اسے آپ نے واپس لینا ہے۔ دَین اور دین میں حروف کا فرق نہیں ہے' دونوں میں د' ی' ن استعمال ہوئے ہیں۔ فرق پہلے حرف پر زبر اور زیر کا ہے۔ حروفِ اصلی ایک ہی ہیں۔ ہبہ' ہدیہ' عطیہ' آپ اسے جو بھی کہیں' وہ واپس نہیں ملتا' جبکہ اس کے بالمقابل دَین واپس ملتا ہے۔ لہٰذا جزا و سزا عمل کا واپس آنا ہے۔ نیک عمل کا بدلہ جزا کی صورت میں ملے گا۔ یہ اس عمل کا return یعنی اس کا واپس آ جانا ہے۔ بدی کی ہے تو سزا کی شکل میں بدلہ ملے گا۔ یہ بھی اُس بُرے عمل کا واپس آ جانا ہے۔ پس دین کے اندر بھی یہ بنیادی مفہوم موجود ہے۔

لفظ "دین" کا دوسرا بنیادی مفہوم ہے اطاعت۔ اس کا تعلق بھی بدلہ اور جزا و سزا سے قائم رہتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جزا و سزا کسی قانون کے تحت ہی دی جاتی ہے۔ جنگل کا قانون ہو تو دوسری بات ہے' لیکن مہذّب اور متمدن معاشرے میں جزا و سزا کسی قانون کو مستلزم ہے کہ قانون کے مطابق کام ہو رہا ہو تو جزا اور تحسین ملے اور اگر اس کے خلاف کام ہو رہا ہو تو سزا اور نفرین ملے۔ پھر اس کے ساتھ کسی ایسی ہستی کا تصور لازماً ہو گا جو قانون دینے والی ہو' جس کی اطاعت کی جائے تو جزا ملے اور اس کی نافرمانی کی جائے تو سزا ملے ـــــ لفظ دین کے یہ بنیادی مفاہیم ہیں۔ ایک شاعر کا ایک مصرع ہے : "دِنَّاھُمْ کَمَا دَانُوْا" "جیسا انہوں نے ہمارے ساتھ کیا تھا اس کا ہم نے بھرپور بدلہ لے لیا"۔ اسی طرح عربی کا ایک مقولہ ہے : کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ۔ اس کے معنی بالکل وہی ہیں جو

اُردو کے اس محاورے کے ہیں "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے"۔ ہندی میں اسے "کرنی کا پھل" کہا جاتا ہے۔

ان بنیادی مفاہیم کی توضیحات سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ "دین" کے اساسی معنی ہوئے جزا و سزا کی شکل میں کسی قانون اور ضابطہ کے تحت بدلہ' جبکہ کوئی ہستی جو قانون دینے والی ہو اس کی اطاعت ہو تو جزا ملے' نافرمانی ہو تو سزا ملے۔

قرآنی اصطلاحات

یہ بات تو ہم سب کو معلوم ہے کہ عربی زبان تو نزولِ قرآنِ حکیم سے پہلے موجود تھی۔ اسی عربی مبین میں قرآن نازل ہوا۔ پس عربی ہی کے الفاظ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز کے لئے چن لیا اور معتدبہ الفاظ کے مفاہیم و معانی میں وسعت دے کر اصطلاحات کی شکل عطا فرمادی۔ جیسے لفظ صلوٰۃ پہلے بھی تھا' زکوٰۃ پہلے بھی تھا' صوم پہلے بھی تھا' لیکن جب ان الفاظ نے قرآنی اصطلاحات کی شکل اختیار کی تو اب اِن الفاظ کو جب اصطلاحاً بولا جائے گا تو اس کے معنی و مفہوم وہی پیش نظر رہیں گے جو قرآن مجید میں اصطلاحات کی صورت میں ان میں شامل کئے گئے ہیں۔ اسی طرح لفظ "دین" کو قرآن مجید نے اپنی اہم اصطلاح بنایا۔ اب یہ اصطلاح کیا بنی؟ یہ کہ :

"کسی ہستی کو مطاعِ مطلق مان کر اُس کی کامل اطاعت کے اصول پر جو نظامِ زندگی بنے گا وہ اس ہستی کا دین قرار پائے گا"۔

غور فرمائیے کہ جہاں بھی کوئی نظام ہو گا وہاں پہلے یہ طے ہو گا کہ کون ہے مطاعِ مطلق اور مختارِ مطلق؟ کون ہے اصل قانون ساز؟ کون ہے حقیقی مقنّن؟ یہ طے ہو جانے کے بعد اس کی اطاعت کے اصول پر پورا نظام بنے گا اور قوانین مدوّن ہوں گے۔ اس کے جو احکام ہوں گے ان ہی کے مطابق انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معاملات چلائے جائیں گے۔ اس طرح جو نظام بنے گا وہ اس ہستی کا دین ہو گا۔

چنانچہ بادشاہی نظام کیا ہے! بادشاہ Sovereign ہے۔ حاکمیت اس کی ہے' اس کی زبان سے نکلا ہوا لفظ قانون ہے۔ لہٰذا اس اصول پر جو نظام بنے گا اسے کہیں گے دین الملک' بادشاہ کا نظام۔ یہ لفظ قرآن مجید میں اُس موقع پر سورۂ یوسف میں آیا ہے جب

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بن یامین کو روکنا چاہتے تھے' لیکن وہاں بادشاہی قانون نافذ و رائج تھا جس کے تحت ان کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ تھا ـــــ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ نہیں تھے' بعض لوگوں کو یہ مغالطہ ہو گیا ہے' بلکہ اس حکومت میں بہت بڑے عہدے پر تھے۔ وزیر خوراک کہہ لیں' وزیر خزانہ کہہ لیں۔ خود حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے کہا تھا : ﴿ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ○ ﴾ (یوسف : ۵۵) "ملک کے خزانے میرے سپرد کر دو' (میں ان کا صحیح انتظام کروں گا) میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں"۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک بہت بڑے عہدے دار تھے' چیف سیکرٹری کہہ لیجئے' لیکن بادشاہ تو نہیں تھے۔ بادشاہِ وقت کے خواب کی تعبیر بتا کر تو آپؑ جیل خانے سے رہا ہوئے تھے۔ چونکہ وہاں شاہی نظام تھا' لہٰذا اس کی رو سے بلا کسی سبب کے کسی غیر ملکی (Foreigner) کو روکنا ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا ایک خاص شکل اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ چنانچہ فرمایا :

﴿ کَذٰلِکَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ ﴾ (یوسف : ۷۶)

"اس طرح ہم نے یوسف کیلئے تدبیر فرمائی (ان کیلئے اپنے بھائی کو روکنے کیلئے ایک سبب پیدا فرما دیا)' اس (یوسف) کیلئے بادشاہ کے دین (یعنی مصر کے شاہی قانون) کے تحت اپنے بھائی کو پکڑنا ممکن نہ تھا' اِلّا یہ کہ اللہ ہی نے ایسا چاہا"۔

قرآن کے حوالے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بادشاہی نظام کو بھی قرآن "دین" کہتا ہے' مگر یہ "دین الملک" کہلاتا ہے۔

موجودہ دَور میں دنیا جمہوریت کی دیوانی ہے۔ دیکھئے دِین الملک اور دین اللہ تو قرآنی اصطلاحات ہیں' البتہ دینِ جمہور کی اصطلاح ہمیں قرآن و حدیث میں نہیں ملتی۔ چونکہ اس وقت جمہوریت کا زمانہ نہیں تھا' اس کا تصور موجود نہیں تھا' لہٰذا جو چیز عوام کے ذہن اور ادراک میں تھی ہی نہیں' جس کا چلن تو ایک طرف رہا تصور تک موجود نہیں تھا اِس کو قرآن وحدیث میں لا کر لوگوں کے ذہن پر بوجھ نہیں ڈالا گیا' البتہ دو انتہائیں بیان فرما دیں : دین الملک اور دین اللہ۔ اب اس کے درمیان آپ خود خانہ پُری

کریں۔ "ایں قدر گفتیم باقی فکر کُن" کے مصداق آپ کو اوّل و آخر بتادیا گیا' درمیانی کام آپ خود کیجئے۔ نظامِ جمہوریت کے اصول و مبادی چونکہ وہی ہیں جو دین الملک اور دین اللہ کے ہیں تو اِن پر قیاس کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ جمہوریت فی الواقع ایک دین ہے۔

ہوا یہ ہے کہ جب مذہب کو انسان کی زندگی کا محض ایک نجی معاملہ (Private Affair) بنادیا گیا اور ملوکیت کا دَور قریباً ختم ہوا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ نظام کے لئے انسانی ذہن کوئی راہ تلاش کرے اور کوئی اصول وضع کرے۔ لہٰذا طے کیا گیا کہ ہر ملک کے رہنے والے اپنے ملک میں Sovereign ہیں۔ حاکمیت جمہور کی یعنی عوام کی ہے۔ قانون سازی اور نظام کی ہیئت' اس کے اصول و مبادی طے کرنے کا اختیار بالکلیہ عوام کو حاصل ہے۔ ان کے منتخب کردہ نمائندے پارلیمان یا اسمبلی میں اکثریت رائے سے ہر نوع کا قانون بنانے کے مجاز و مختارِ کل ہیں۔ ان کے لئے کسی آسمانی شریعت و ہدایت اور کسی اخلاقی قدر کی پابندی کی ضرورت نہیں۔ ان کے نزدیک فیصلہ کن اور حتمی و قطعی بات اپنے عوام کی پسند و ناپسند ہے۔ عوام کا منتخب ایوان مجاز ہے کہ اکیاون فیصد اکثریت سے جو چاہے قانون بنائے' وہ ہم جنسی جیسے مکروہ فعل کو بھی جائز قرار دے۔

پارلیمان چاہے تو شارع عام پر' پارکوں میں' کلبوں میں' ڈراموں میں' اسٹیج پر جنسی فعل اور اختلاط کو جائز قرار دے دے' جیسا کہ یورپ کے اکثر ممالک اور امریکہ کی اکثر ریاستوں میں اس فحاشی پر کوئی قدغن نہیں' بلکہ اس شیطانی فعل کو قانونی تحفظ حاصل ہے ـــــ وہ چاہے تو شراب نوشی' قمار بازی' سٹہ' لاٹری اور اسی قبیل کے منکرات کو تفریح یا ضرورت کا نام دے کر قانونی طور پر جائز قرار دے دے۔ جیسا کہ دُنیا کے اکثر ممالک میں عملاً یہ ہو رہا ہے۔ یہ ہے اصل جمہوریت جس میں جمہور کے نمائندوں کو قانون سازی کے لامحدود اختیارات حاصل ہیں۔ ان پر کوئی تحدید (Limitation) نہیں ہے۔ چونکہ جمہوریت میں اصل حاکمیت (Sovereignity) عوام کی ہے' لہٰذا اسمبلی ان عوام کی نمائندگی کرتی ہے ـــــ اسلامی جمہوریہ کی بات چھوڑ دیجئے۔ اوّل تو فی الوقت صحیح معنوں

میں یہ کہیں قائم ہی نہیں۔ اگر ہو گی تو ظاہر بات ہے کہ اس میں دستور ساز اسمبلی (Legislative Assembly) یا پارلیمنٹ کو اس محدود دائرہ میں قانون سازی کا اختیار حاصل ہو گا جو اللہ اور اُس کے رسولؐ نے ان کے لئے چھوڑ رکھا ہے۔ اس میں بھی وہ شریعت کے کسی حکم سے نہ تجاوز کر سکتے ہیں نہ اعراض ـــــ پارلیمنٹ کو لامحدود (unlimited) اختیارات کسی طور پر حاصل نہیں ہوں گے۔

جب اللہ کو مان لیا جائے کہ مطاعِ مطلق وہ ہے' حاکمیتِ مطلقہ اس کی ہے' بادشاہِ حقیقی صرف وہ ہے تو پھر قانون دینے کا اصل مجاز وہی ہے' شارعِ حقیقی وہی ہے' رسول اس کے نمائندے کی حیثیت سے ہیں' لیکن اصلاً حکومت اللہ کی ہے' مطلقاً اطاعت اس کی ہے' اور یہ اطاعت بواسطہ رسول اللہ ﷺ ہو گی۔ اس بات کو قرآن مجید میں واضح طور پر فرما دیا گیا کہ : ﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔ یہاں الرّسول سے مراد ہیں جناب محمد ﷺ۔ ایک جگہ فرمایا : ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ "اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لئے بھیجا ہے کہ اذنِ الٰہی کی بناء پر اُس کی اطاعت کی جائے"۔ اس آیت میں قاعدہ کلیہ کے طور پر یہ بات آگئی ہے کہ اللہ کی اطاعت کا واسطہ رسول ہی ہوا کرتے ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کا مختلف اسالیب سے بیان ہوا ہے۔ یہاں ان سب کا احصاء ممکن نہیں' لہٰذا چند آیات پیش ہیں۔ سورۂ یوسف میں ایک جگہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا گیا : ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ـــــ ﴾ (یوسف : ۴۰) "فرماں روائی اور حکم دینے کا اختیار اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی سیدھا طریق زندگی ہے"۔ اسی سورۂ یوسف میں دوسرے مقام پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان سے ادا کرایا گیا : ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ ﴾ (یوسف : ۶۷) "حاکمیت اللہ کے سوا کسی کی نہیں' اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور جس کو (کسی پر) بھروسہ کرنا ہے تو اسے چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کرے"۔ سورۃ الانعام میں ایک دوسرے انداز سے ا[illegible] بات کا اظہار فرمایا گیا کہ :

﴿ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝ ﴾ (الانعام : ٦٢) "آگاہ ہو جاؤ! حقیقی حاکمیت اللہ ہی کی ہے اور وہ حساب لینے میں بڑا تیز ہے"۔ "لَهُ الْحُكْمُ" قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے۔ مزید برآں یہ مضمون مختلف اسالیب سے قرآن مجید میں بار بار آیا ہے کہ ﴿ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ اور ﴿ لَهُ الْمُلْكُ ﴾ ــــ یہاں دونوں جگہ جو حرفِ جار لام آیا ہے یہ لامِ تملیک بھی ہے اور لامِ استحقاق بھی ــــ یعنی De-Facto and De-jure اُسی کی بادشاہت ہے۔ اور یہ بادشاہت دنیا کے عام بادشاہوں کی طرح نہیں ہے' بلکہ اس شان سے ہے کہ وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے : ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝ ﴾ "نہایت بزرگ و برتر وبالا ہے وہ ہستی (اللہ) جس کے ہاتھ میں (کائنات کی) حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے' اس کے آڑے آنے والا کوئی نہیں ہے۔

اللہ کی حاکمیتِ مطلقہ پر جو نظام بنے گا وہ دین اللہ ہو گا۔ آخری پارے کی مختصر سورت سورۃ النصر میں یہ اصطلاح آتی ہے :

﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ ﴾ (النصر : ١'٢)

"(اے نبی!) جب اللہ کی مدد آگئی اور فتح نصیب ہو گئی تو آپؐ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں"۔

ان آیات میں فتحِ مکّہ کے بعد کا نقشہ کھینچا گیا ہے جب جزیرہ نمائے عرب کے چہار اطراف سے قبائل مدینۃ النبیؐ میں چلے آرہے تھے' اللہ کو اپنا مالک و آقا اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بحیثیتِ رسول اور اللہ کا نمائندہ تسلیم کر رہے تھے' آپ کا ہر حکم ماننے کے لئے آمادہ تھے اور جوق در جوق اسلام (دین اللہ) میں شامل ہو رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو عمل کی جو تھوڑی سی آزادی دی ہے اور اُسے یہ اختیار دیا ہے کہ ﴿ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴾ "چاہے شکرگزار بندہ بن کر رہے چاہے ناشکرا" تو اللہ کا مطالبہ یہ ہے کہ اپنی آزاد مرضی سے انسان اللہ کا مطیع' فرماں بردار' اطاعت گزار بن کر رہے اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر گوشے میں اسی کی ہدایت پر

عمل پیرا ہو۔ یہ ہے لفظ "دین" کا حقیقی مفہوم اور "مُخلِصًا لَّهُ الدِّينَ" کا اصل تقاضا۔

ہر دین غلبہ چاہتا ہے

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ "دِین" اس نظامِ زندگی کو کہتے ہیں جس میں انفرادی سے لے کر اجتماعی زندگی تک کلی زندگی ایک مطاع کی اطاعت کے تابع ہو تو ایک حقیقت مزید سمجھ لیجئے کہ ہر "دین" اپنی فطرت کے اعتبار سے یہ چاہتا ہے کہ وہ قائم ہو اور غالب ہو۔ بادشاہ کا دین قائم و نافذ ہو تو بادشاہ کا دِین کہلائے گا' بادشاہ مغلوب ہو گیا تو پھر بادشاہ کا دِین کہاں رہا! وہ تو ختم ہوا۔ جب تک بادشاہت قائم ہے اس وقت تک دین الملک ہے' ورنہ نہیں ـــــ سورۃ الزخرف میں دیکھئے جہاں فرعون کا قول نقل ہوا ہے' اس نے اپنی قوم کو منادی کرائی : ﴿ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ ﴾ (الزخرف : ۵۱) "اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی اور کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے؟ اور کیا یہ سارا آب پاشی کا نظام میرے اختیار میں نہیں ہے؟" یعنی میں جس کو چاہوں پانی دوں جس کے لئے چاہوں پانی روک لوں۔ پھر سورۃ البقرۃ میں اُس محاجّہ کو دیکھئے جو نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا : ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ﴾ "(اے نبی) کیا آپ نے اس شخص (نمرود) کے حال پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا تھا اُن کے رب کے بارے میں اس بناء پر کہ اللہ نے اسے حکومت دے رکھی تھی"۔ اس حکومت کی بنیاد پر اُس کو زعم ہو گیا تھا کہ مختارِ مطلق اور علی الاطلاق حاکم و بادشاہ وہ ہے۔ وہ بھی خدائی کا مدّعی تھا ﴿ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ﴾ "جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اس سے کہا کہ میرا رب وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے تو وہ سرکش بولا : زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے"۔ روایات میں آتا ہے کہ اس نے دو قیدی جیل سے بلوائے' اُن میں سے ایک کو آزاد کیا کہ جاؤ تم بَری ہو اور دوسرے کی دربار ہی میں گردن اڑا دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا دیکھو میں نے ایک کو زندہ رکھا اور ایک کو مروا دیا' تو میرے پاس زندگی اور

موت کا اختیار ہوا کہ نہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یہ تو کج بحثی پر اتر آیا ہے تو انہوں نے آخری بات کہہ دی کہ ﴿ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ ﴾ "میرا رب تو وہ ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے' تُو ذرا اسے مغرب سے نکال لا" اگر تجھے واقعی اختیار حاصل ہے تو یہ کر کے دکھا۔ اس بات پر وہ کافر مبہوت' حیران اور ششدر ہو کر رہ گیا۔ ﴿ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ ﴾ وہ لاجواب ہو گیا' بغلیں جھانکنے لگا۔ جس طرح نمرود نے کہا تھا کہ زندگی اور موت میرے قبضہ میں ہے' اسی طرح فرعون نے کہا تھا کہ آب پاشی کا نظام اور حکومت کا انصرام میرے ہاتھ میں ہے۔ ﴿ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ﴾ ـــــ لہٰذا میرا حکم چلے گا۔ تو جب تک اس کا حکم چل رہا ہے تو یہ اس کا دین ہے' یہ نہیں تو دین کہاں رہا! ختم ہو گیا۔ اسی طرح جب جمہور کو انتخاب کا حق حاصل ہے اور وہ اپنے نمائندوں پر مشتمل پارلیمان یا اسمبلی منتخب کرتے ہیں اور یہ منتخب پارلیمان جمہور کی حاکمیت کے اصول پر کاروبار حکومت چلاتی ہے تو جمہوریت بالفعل قائم ہے' لیکن اگر کوئی فوجی سربراہ اپنے ساتھیوں کے تعاون سے اسمبلی یا پارلیمنٹ کو توڑ دے اور مارشل لاء نافذ کر کے بحیثیت چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر حکومت کا انتظام و انصرام اور جملہ اختیارات سنبھال لے تو جمہوریت کہاں رہی! دینِ جمہور ختم ہو گیا' اس لئے کہ نظام تو وہی ہے جو بالفعل قائم ہو اور واقعتاً اس کے اختیارات کا سِکّہ چل رہا ہو۔ بالکل اسی طرح دِین اللہ قائم و نافذ اسی وقت سمجھا جائے گا جب امرِ واقعہ میں وہ نظام قائم ہو جس میں بالفعل اللہ ہی کو حاکمِ مطلق مانا گیا ہو اور مطاعِ مطلق فی الحقیقت اللہ ہی کو تسلیم کیا گیا ہو' اسی کے احکام کے آگے سب کے سر جھکے ہوئے ہوں اور عملاً صورت حال یہ ہو کہ ﴿ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا ﴾ کہ اللہ کا کلمہ سب سے اونچا ہو جائے' اللہ کی بات' اس کا فرمان بالاترین ہو جائے اور یہ ہو پورے نظامِ زندگی پر ـــــ جزوی نہیں' کُل کا کُل نظام اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت میں جکڑا ہوا ہو۔

کامل غلبہ درکار ہے

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ انفرادی توحید جزوی مطلوب نہیں ہوتی' بلکہ کُلّی مطلوب

ہوتی ہے۔ ﴿ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۝ ﴾ "پس بندگی کرو اللہ کی' اطاعت کو اُس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ اور آگاہ ہو جاؤ! اللہ کے لئے تو دین خالص مطلوب ہے"۔ اسی طرح اجتماعی توحید بھی کلی مطلوب ہے۔ اللہ اس بات کے لئے تیار نہیں ہے کہ آدھا دین میرا مان لو' کچھ اطاعت میری کرلو اور آدھا دین کسی اور کا مان لو' اس کی اطاعت بھی کرلو۔ یہ طرزِ عمل در کار نہیں ہے۔ اللہ کا مطالبہ تو یہ ہے کہ کُل کا کُل دین' کامل اطاعت اسی کے لئے خالص ہو جائے اور دین میں انسان پورا کا پورا داخل ہو جائے۔ ﴿ اُدْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَافَّةً ﴾ "فرماں برداری میں (دین میں) پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔" چنانچہ سورۃ الانفال میں جو بتایا گیا ہے کہ قتال کی آخری منزل کیا ہے؟ قتال و جہاد فی سبیل اللہ کا آخری ہدف کیا ہے! فرمایا : ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ (الانفال : ۳۹) "(اے مسلمانو!) ان (کافروں اور مشرکوں) سے جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ و فساد بالکل فرو ہو جائے اور دین کُل کا کُل اللہ کے لئے ہو جائے"۔ یہ نہیں کہ اس کا کوئی جزو مان لیا جائے۔ مسجد میں تو اللہ کی مرضی چل رہی ہو' پارلیمنٹ میں نہ چلتی ہو' سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس اور ماتحت عدالتوں میں نہ چلتی ہو' ذرائع ابلاغ میں نہ چلتی ہو' بازار میں نہ چلتی ہو' منڈی میں نہ چلتی ہو' گھر میں نہ چلتی ہو۔ یہ تو معاذ اللہ تم نے اللہ کو ٹرخا دیا ہے۔ ایک بڑا ہی جزوی اور چھوٹا سا حصّہ تو اُس کو دیا ہے' باقی سب دوسروں کو الاٹ کر دیا۔

تفریق دین کی ممانعت

اس آیہ مبارکہ میں وارد الفاظ ﴿ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾ پر بھی گہرائی میں اتر کر غور کرنا ہو گا۔ خاص طور پر یہاں فِيْهِ قابل توجہ ہے۔ فَرَّقَ' يُفَرِّقُ' تَفْرِيْقًا کے معنی ہیں : ٹکڑے ٹکڑے کر دینا' علیحدہ علیحدہ کر دینا' پھاڑ دینا۔ دین ایک وحدت ہے۔ پورا نظامِ زندگی' انفرادی بھی اور اجتماعی بھی' ایک وحدت بن کر اللہ کے تابع آ جائے تو یہ ہے دین اللہ۔ گویا کہ مکمل دین قائم ہو گیا۔ اگر یہ نہیں ہے' اور حال یہ ہے کہ ﴿ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ ﴾ —— دین کو پھاڑ دیا' کچھ حصّہ میں نے لے لیا' کچھ آپ نے لے لیا' کچھ کسی اور کو دے دیا

—— دین کے ٹکڑے کر دیئے کہ کچھ حصّے کو ہم مانیں گے کچھ کو نہیں مانیں گے' تو یہ ہے تفریقِ دین —— ﴿اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ﴾ "(اے محمد ﷺ) جو لوگ اپنے (اس) دین کے ٹکڑے کر دیں' (اس کو پھاڑ دیں' اس کے حصّے بخرے کر دیں) اور خود تفرقے میں بٹ جائیں تو ایسے لوگوں سے آپؐ کا کوئی تعلق نہیں' (ان سے آپؐ کو کوئی سرو کار نہیں)"۔ لرز جانا اور ڈرنا چاہئے اس وعید سے کہ کس طور پر اللہ عزّوجلّ ایسے لوگوں سے اعلانِ براءت فرما رہے ہیں جو اللہ کے اس دین میں' جو تمام انبیاء و رُسل کا دین ہے' تفرقہ ڈالنے کی روش اختیار کریں کہ ان سے ہمارے نبی ﷺ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فِیْہِ میں یہ مفہوم غالب ہے۔

اس کا ایک مفہوم اور بھی ہے' وہ یہ کہ اقامتِ دین کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے اُمّت کو بنیانِ مرصوص بن جانا لازم ہے۔ فقہی مسائل میں رائے اور تعبیر کا اختلاف دوسری چیز ہے۔ یہ اختلاف صرف فقہ کے چار مشہور و معروف ائمہ کرام امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ یا اہل سنت کے علماء کرام کے درمیان نہیں ہوا' بلکہ صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کے مابین بھی رہا ہے۔ یہ فقہی مسالک کے اختلافات اگر اقامتِ دین کے فریضہ کی ادائیگی میں روک بن جائیں' گروہ بندی ہونے لگے' من دیگرم تو دیگری والا معاملہ ہو جائے تو یہ وحدتِ ملّی ہی کے لئے مہلک نہیں بلکہ اقامتِ دین کے فریضہ کی انجام دہی میں بھی رکاوٹ بن جائے گا۔ ﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ﴾ میں اس نوع کے تفرقے سے بچنے کا بھی نہی کے اسلوب میں حکم دیا گیا ہے۔ فریضۂ اقامتِ دین کی ادائیگی کے لئے پوری امت کی اجتماعی قوت درکار ہے —— دین دُنیا کے صرف ایک حصّہ پر قائم کرنا تو مطلوب نہیں' بلکہ پورے کرۂ ارض پر اللہ کا دین قائم کرنے کی جدّوجُہد کرنی ہے' پوری دنیا کو نورِ توحید سے منور کرنا ہے۔ گروہ بندی اور تفرقہ بازی کیوں ہوتی ہے! اس کی وجہ کیا ہے! اس کی تصریح و توضیح آگے آئے گی۔

فقہی اختلافات حدود کے اندر رہوں تو تفرقہ نہیں

دین ایک ہو' اور وہ ہو دینِ توحید' اس کے تحت تفصیلی قوانین میں تھوڑا تھوڑا

فرق ہو' تعبیر(Interpretation) کا فرق ہو' استنباط کا فرق ہو' اجتہاد کا فرق ہو' لیکن توحید کا اصول سب کے نزدیک ایک ہی ہو تو یہ تفرقہ نہیں۔ ہمارے تمام فقہاء اور سلفی المسلک ائمہ کے نزدیک اصول ایک ہی ہے کہ حکم دینے کا اختیار صرف اللہ کو ہے اور اس کے نمائندے کی حیثیت اس کے رسول کی ہے۔ اللہ اور رسول' یہ ہیں اصل ستون جن پر دین قائم ہے ﴿ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ○ ﴾ (التغابن : ۱۲) اس اصول کے تحت مختلف نئے مسائل میں استنباط کیا جا سکتا ہے۔ ہر مجتہد اور ہر فقیہہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منشاء کے مطابق کسی نئے مسئلہ میں حکم تلاش کر سکتا ہے اور اس میں کچھ نہ کچھ فرق بھی واقع ہو سکتا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ بھٹو صاحب کے خلاف قتل کا مقدمہ جب سپریم کورٹ میں آیا (یہ الگ بات ہے کہ یہ مقدمہ تو پاکستان کی تاریخ کا ایک حصّہ بنے گا) تو اس کے باوجود کہ قانون ایک ہی ہے' نئی شہادتیں سپریم کورٹ میں پیش نہیں ہوئیں۔ وہ تو ہائی کورٹ میں مقدمہ کی جو مثل تیار ہوئی تھی اور اس پر جو فیصلہ ہوا تھا اسی پر بحث و تمحیص اور جرح و تعدیل ہوئی اور اس نوع کے مقدمات کے سابقہ فیصلوں اور نظائر سے استدلال و استشہاد ہوا۔ پھر مختلف شہادتوں کے مابین تضادات کی نشاندہی کرنے کی کوشش ہوئی۔ چنانچہ مثل پر جو مختلف شہادتیں ریکارڈ ہوئی تھیں ان میں سے ہر شہادت میں تضاد تلاش کیا گیا۔ سابقہ فیصلے کے سقم بیان کئے گئے ان تمام امور پر فریقین کے وکلاء نے بحث کی اور اپنے اپنے دلائل دیئے ـــــ اب دیکھئے قانون ایک' ساری مثل ایک' لیکن سپریم کورٹ کے جج صاحبان نے فیصلہ دینے میں اختلاف کیا۔ جنہوں نے پھانسی کی سزا کا حکم دیا اور جنہوں نے بَری کرنے کا فیصلہ دیا اُن میں سے کسی نے اصول سے اختلاف نہیں کیا۔ وہ سب قانون کو بھی تسلیم کر رہے ہیں' لیکن شہادتوں سے استنباط و استدلال میں اختلاف کر رہے ہیں ـــــ پوری دنیا کو معلوم ہے' کوئی یہ نہیں کہتا کہ فیصلہ کرنے والوں نے بدنیتی سے مختلف فیصلے دیئے ہیں۔ اور تو اور صرف دو جج ایک قانون کے تحت ایک ہی مقدمہ کو سنتے ہیں تو ان کی آراء میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔

پس اختلاف شے دگر ہے۔ لیکن جہاں اصول بدل جائیں گے' وہ تفرقہ فی الدین ہو

جائے گا۔ البتہ جب اصول یہ ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تمام واضح احکام یعنی نصوصِ قرآن و سنّت کی اطاعت اور تابع داری کی جائے گی اور صرف اسی دائرے میں رہ کر جو اللہ اور اس کے رسول ؐ نے مقرر کر دیا ہے' معاملات طے کئے جائیں گے تو یہ تفرقہ نہیں ہو گا' بلکہ دین اللہ ہو گا۔

دین ہمیشہ سے ایک رہا ہے

دین ہمیشہ سے ایک ہی ہے' اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ دین جو حضرت آدم علیہ السلام کا تھا وہی دین محمد ﷺ کا ہے۔ یہ دین ہے دین توحید یعنی اللہ کو ایک مان لینا' اسے وحدہٗ لاشریک لہ جان لینا۔ جب اس توحید کو آپ عملاً انفرادی زندگی میں لے آئیں گے تو وہ ہو گی اللہ کی عبادت کرنا' اپنی کل اطاعت کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے ـــــ اور اسی توحید کو جب آپ اجتماعی نظام کے ذیل میں لائیں گے تو یہ ہو گا پورے نظام زندگی کو اللہ کے حکم کے تابع کر دینا۔ یعنی دین اللہ کو بالفعل قائم کر دینا۔ اور یہی اقامت دین ہے' بالفاظِ مبارکہ : "اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ"۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہمارے ہاں جو فقہی اختلاف پائے جاتے ہیں اُن سب میں اصل الاصول توحید ہی ہے۔ مسلّماتِ دین سب کے نزدیک مشترک ہیں۔ سب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اطاعتِ مطلقہ کی سزاوار صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور یہ اطاعت بواسطۂ رسول ؐ ہو گی۔ جناب محمد ﷺ بحیثیت رسول اللہ ﷺ مطاع ہیں۔ آپؐ کے احکام' آپؐ کے فیصلے' آپؐ کی سنّت' آپؐ کے فرمودات واجبِ اطاعت اور واجبِ اتّباع ہیں۔ ازروئے آیاتِ قرآنیہ : ﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ "جس نے بھی رسول اللہ کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔ اور

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾

(الاحزاب : ۳۶)

"کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا"۔

سورۃ النساء میں فرمایا :

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾

(النساء : ۶۵)

"(اے محمدؐ!) آپؐ کے رب کی قسم! یہ کبھی مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپؐ ہی کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں . . . . "

علاوہ ازیں ﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ کا حکم قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ اللہ کی اطاعت اور اس کے رسولؐ کی اطاعت دین کے دو ستون ہیں جن پر دینِ توحید قائم ہے۔ لہٰذا تمام فقہاء اور ائمہ دین رحمہم اللہ کا دین یہی دینِ توحید ہے۔ وہ چاہے امام ابو حنیفہؒ ہوں، امام مالکؒ ہوں، امام شافعیؒ ہوں، امام احمد بن حنبلؒ ہوں، امام بخاریؒ ہوں وغیرہم۔ کتاب و سنّت سے استدلال کرتے ہوئے جو تفاصیل طے کی جائیں گی تو بعض مسائل کے استنباط، تعبیر اور بعض میں اجتہاد و قیاس، راجح و مرجوح، افضل و مفضول کی آراء میں اختلاف ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔ ان ائمہ عظام کے مابین معاذ اللہ دین کے معاملہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ فقہی مذاہب اور مسالک ہیں۔ سب کا دین، دینِ اسلام ہے۔ مسلکوں کے اختلافات میں کوئی حرج نہیں، سب حق ہیں۔ لیکن دین میں تفرقہ درست نہیں ہے، یہ تو کفر ہو جائے گا۔

اس بات کو اس طرح بھی سمجھ لیجئے اور فرض کیجئے کہ کسی ملک میں غالب اکثریت امام مالکؒ کے مسلک پر چلنے والوں کی ہے تو جب وہ اپنے ملک میں اللہ کا دین قائم کریں گے تو وہاں مالکی فقہ رائج ہو جائے گی۔ کسی جگہ پر احناف کی عظیم اکثریت ہے تو وہ جب اپنے یہاں اللہ کا دین قائم کریں گے تو وہاں فقہ حنفی نافذ ہو گی۔ وَقِس عَلٰی ذٰلِکَ۔ لیکن فقہ کے اختلافات کے علی الرغم سب کا دین ایک ہی ہو گا اور وہ ہو گا دینِ اسلام، دینِ توحید ——

(باقی صفحہ ۵۷ پر)

مسلمان کا طرزِ حیات(۸)

علامہ ابوبکر الجزائری کی شہرۂ آفاق تالیف

"منہاجُ المُسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

کتاب العقائد

دسواں باب

قیامت پر ایمان

ہر مسلمان اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی' وہ دنیا کا آخری دن ہو گا جس کے بعد دنیا کا کوئی دن نہیں ہو گا۔ اس کے بعد دوسری زندگی شروع ہو جائے گی جس کا تعلق عالمِ آخرت سے ہو گا۔ اس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا اور تمام لوگ اس کی جناب میں حاضر ہو کر حساب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو جنت میں ابدی نعمتیں عطا فرمائے گا' اور بدکاروں کو جہنم میں رسوا کُن سزا بھگتنا پڑے گی۔

قیامت سے پہلے کچھ ایسے واقعات پیش آئیں گے جو قربِ قیامت کی علامتیں شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً دجّال کا ظہور' یاجوج وماجوج کا نکلنا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول' دابّہ کا خروج' سورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔ اس کے بعد صور میں پھونک ماری جائے گی جس سے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور مر جائیں گے۔ اس کے بعد صور پھونکا جائے گا تو لوگ زندہ ہو کر قبروں سے نکل آئیں گے اور اللہ رب العالمین کو حساب دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر اعمال نامے دیئے جائیں گے' کسی کو دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملے گا' کسی کو بائیں ہاتھ میں۔ پھر اعمال تولنے والا ترازو نصب کیا جائے گا اور حساب کتاب ہو گا۔ جہنم پر پل صراط رکھ دیا جائے گا' اور یہ سلسلہ اہلِ جنت کے جنت میں' اور اہلِ جہنم کے جہنم میں پہنچ جانے پر ختم ہو گا۔

ان عقائد کے نقلی اور عقلی دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

نقلی دلائل

① اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ان امور کا ذکر فرمایا ہے' مثلاً ارشاد ہے:

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○ ﴾

(الرَّحمٰن : ۲۶'۲۷)

"جو بھی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور تیرے رب کی عظمت و شان والی ذات باقی رہنے والی ہے"۔

اور فرمایا:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○ ﴾ (الانبیاء : ۳۴'۳۵)

"ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو دوام نہیں بخشا' اگر آپ فوت ہو گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں؟ ہر جان موت کو چکھنے والی ہے' اور ہم برائی اور بھلائی سے تمہاری آزمائش کرتے ہیں' پھر تم ہماری طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ ﴾ (التغابن : ۷)

"کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں ہرگز نہیں اٹھایا جائے گا' فرما دیجئے: ہاں' ہاں' میرے رب کی قسم! تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا' پھر تمہیں بتایا جائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے' اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ ﴾ (المطفّفين : ۴-۶)

"کیا ان لوگوں کا یہ خیال نہیں کہ وہ اٹھائے جائیں گے' ایک عظیم دن میں' جس دن لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔"

ایک مقام پر فرمایا :

﴿ وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَارَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ○ ﴾ (الشّوریٰ : ۷)

"اور تاکہ آپ اکٹھا ہونے کے دن سے آگاہ کریں جس میں کوئی شک نہیں۔ ایک گروہ جنّت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔"

نیز ارشاد ہے :

﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا○ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا○ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا○ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا○ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا○ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ○ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ○ ﴾ (الزلزال : ۱-۸)

"جب زمین اس کے زلزلہ سے ہلادی جائے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ نکال دے گی۔ اور انسان کہے گا : اسے کیا ہوگیا؟ اُس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی' کیونکہ اُس کے ربّ نے اُسے وحی کی (یعنی حکم دیا)۔ اُس دن لوگ الگ الگ آئیں گے تاکہ انہیں ان کے عمل دکھادیئے جائیں۔ تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرتا ہے اسے دیکھ لے گا۔ اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرتا ہے اسے دیکھ لے گا۔"

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ ﴾ (الانعام : ۱۵۸)

"یہ لوگ تو صرف اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں' یا تیرا ربّ آجائے' یا تیرے ربّ کی کچھ نشانیاں آجائیں۔ جس دن تیرے ربّ کی کچھ نشانیاں آئیں گی اُس دن کسی جان کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا جس

نے پہلے ایمان قبول نہیں کیا تھا یا ایمان لا کر اچھے کام نہیں کیے تھے۔"

اس کے علاوہ ارشاد ہے:

﴿ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ (النمل: ۸۲)

"اور جب ان پر بات واقع ہو جائے گی تو ہم زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہیں کرتے تھے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ ﴾

(الانبیاء: ۹۶، ۹۷)

"حتیٰ کہ جب یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی پر سے تیزی سے اتر رہے ہوں گے۔ اور سچا وعدہ قریب آجائے گا تو اچانک کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝ وَقَالُوْۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِى الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا... ﴾ (الزّخرف: ۵۷-۶۱)

"جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جائے تو اچانک آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلّانے لگتے ہیں، اور کہتے ہیں: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (ابنِ مریمؑ)۔ یہ لوگ محض جھگڑے کے لئے یہ مثال بیان کرتے ہیں، درحقیقت وہ تو ہیں ہی جھگڑالو قوم۔ وہ تو محض ہمارا ایک بندہ ہے، ہم نے اس پر انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا۔ اگر ہم چاہیں تو فرشتوں کو زمین میں تمہاری جگہ لینے والے بنا دیں۔ وہ (عیسیٰ) تو قیامت کی ایک نشانی ہے، تو تم اس (قیامت)

میں ہرگز شک نہ کرو....."

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ○ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○ ﴾ (الزمر: ۶۸-۷۰)

"اور صور پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی بھی زمین میں ہے غش کھا جائے گا' مگر جسے اللہ تعالیٰ (محفوظ رکھنا) چاہے۔ پھر دوبارہ اس میں پھونک ماری جائے گی تو اچانک وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی' اور کتابِ اعمال لا کر رکھ دی جائے گی' اور نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا' اور ان پر ظلم نہیں ہو گا۔ اور ہر کسی کو جو کچھ اس نے عمل کیا تھا (اس کا) پورا پورا (بدلہ) دے دیا جائے گا' اور وہ ان کے کاموں سے بہت باخبر ہے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○ ﴾

(الانبیاء: ۴۷)

"قیامت کے دن ہم انصاف والی ترازو رکھیں گے۔ اگر کوئی رائی کے دانے کے وزن جتنا (عمل) بھی ہوا تو ہم اسے لے آئیں گے۔ اور حساب لینے والے ہم کافی ہیں۔"

اس کے علاوہ ارشاد ہے:

﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ○ وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ○ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ○ وَالْمَلَكُ عَلٰى اَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ

يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ○ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ○ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ
كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ ○ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ
حِسَابِيَهْ ○ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ○ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ○ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ○
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ
كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ○ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ○
يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ○ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ○ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ○
خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ○ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ○ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ
ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ○ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ○ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى
طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ○ ﴾ (الحاقۃ: ۱۳-۳۴)

"پھر جب صور میں ایک ہی بار پھونک ماری جائے گی۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک بار ہی توڑ پھوڑ دیا جائے گا۔ تو اُس دن واقع ہو جانے والی واقع ہو جائے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس دن کمزور ہو گا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور تیرے رب کے عرش کو اُس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اُس دن تم پیش کیے جاؤ گے تو تمہارا کوئی راز چھپا نہ رہے گا۔ پھر جس کی (عملوں والی) کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی وہ کہے گا: لو میری کتاب پڑھ لو۔ مجھے یقین تھا کہ مجھے میرا حساب مل جائے گا۔ پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہو گا۔ اونچے باغوں میں' جن کے خوشے قریب ہوں گے۔ (کہا جائے گا) تم نے گزشتہ ایام میں جو کچھ آگے بھیجا تھا اس کے بدلے میں کھاؤ' پیو (اور وہ کھانا پینا تمہارے لیے) خوشگوار ہو۔ اور جسے اس کی کتاب بائیں ہاتھ میں دے دی گئی' وہ کہے گا: کاش مجھے میری کتاب نہ ملتی۔ اور مجھے پتہ نہ چلتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش وہ (موت) ختم کر دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کچھ کام نہیں آیا۔ میرا اقتدار تباہ ہو گیا۔ (کہا جائے گا) اسے پکڑ لو' اسے طوق پہنا دو' پھر اسے جہنم کی آگ میں ڈال دو' پھر اسے اس زنجیر میں جکڑ دو جس کی پیائش ستر ہاتھ ہے۔ وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور وہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا۔"

ایک مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا○ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا○ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا○ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا○ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا○ ﴾ (مریم : ۶۸-۷۲)

''آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور انہیں بھی اور شیاطین کو بھی اٹھائیں گے' پھر ہم انہیں جہنم کے گرد اس طرح حاضر کر دیں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔ پھر ہم ہر گروہ میں ان (افراد) کو الگ کر لیں گے جو رحمٰن کی زیادہ سرکشی کرنے والے ہیں۔ پھر ہمیں خوب معلوم ہے کہ کون پہلے اس (جہنم) میں داخل ہوں گے۔ اور تم میں سے ہر شخص کو اس پر پہنچنا ہے' یہ تیرے رب کا پختہ فیصلہ ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے رہنے دیں گے۔'' (جاری ہے)

بقیہ : توحیدِ عملی

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ دین اور شریعت یا دین اور فقہ میں کیا فرق ہے؟ یہاں بات دین کی ہو رہی ہے' شریعت کی نہیں۔ دین کے معاملہ میں متفرق نہ ہو۔ اس پر جمے رہو' اللہ ہی کو مطاعِ مطلق ماننا ہے' اسی کی حاکمیت تسلیم کرنی ہے' اسی کی تابع داری اور فرمانبرداری کرنی ہے۔ اسی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے' اس کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت پر مبنی اپنا نظامِ حیات بنانا ہے۔ یہ ہے اقامتِ دین' اس کے بارے میں تفریق میں نہ پڑ جانا۔ (جاری ہے)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

وسیلہ کیا ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز وسیلے کون سے ہیں؟
وسیلہ کے بارے میں فقہاء احناف کا حقیقت پسندانہ موقف!

تحریر: مولانا عبدالجبار سلفی

"ایک بہتی ہوئی بڑی نہر کے کنارے میں چھوٹا سا شگاف پڑ جائے تو اسے فوراً ہی مٹھی بھر مٹی سے بند کر دینا عین دانش مندی ہے۔ اگر اس موقع پر سستی یا لاابالی پن کا مظاہرہ ہو جائے تو وہ شگاف چند گھنٹوں بعد بڑا اور گہرا ہو جائے گا اور نہر کے کنارے کو تیزی سے بہالے جائے گا اور آن کی آن میں بستیاں غرقاب ہو جائیں گی۔"

اس مثال کی روشنی میں آپ بخوبی سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے کمالِ مہربانی سے نہ صرف یہ کہ اُمّتِ مسلمہ کو مہلک اعمال سے روکا بلکہ اُن راستوں کو بھی بند کر دیا جو ہلاکت گاہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

((مَا تَرَكْتُ شَيْئًا يُقَرِّبُكُمْ اِلَى اللّٰهِ اِلَّا وَقَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ ' وَمَا تَرَكْتُ شَيْئًا يُبْعِدُكُمْ عَنِ اللّٰهِ وَيُقَرِّبُكُمْ اِلَى النَّارِ اِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ))(1)

"میں نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں اللہ کے قریب کرتی ہو' مگر مَیں تمہیں بتا چلا ہوں' اور کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں اللہ سے دُور کرتی ہو اور جہنم کے قریب کرتی ہو' مگر تمہیں اس سے روک چلا ہوں۔"

سیّد البشر حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ : "(ثواب سمجھ کر اپنی طرف سے کوئی) نیا عمل دین اسلام میں داخل کرنا بدعت ہے' اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت و گمراہی جہنم میں ہے۔"

زیر بحث مسئلۂ وسیلہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد

جس نے سب سے زیادہ دُور اندیشی سے کام لیا ہے وہ حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حنفی بزرگانِ دین ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن و سُنّت کی روشنی میں اسی وسیلہ کو اپنانے کا حکم دیا ہے جس کا اللہ اور رسول ﷺ نے حکم دیا اور نہر میں شگاف والی مثال کی طرح اس وسیلے سے روک دیا جو لاشعوری طور پر مسلمانوں کو کفرو شرک کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔

وسیلہ کا لغوی معنی

"لباب التاویل" میں ہے :

"الوسیلة فعیلة من وسَّل الیه اذا تقرب"

(وسیلہ فعیلہ کے وزن پر ہے وسّل الیہ سے 'جب کوئی قرب حاصل کرے۔)

"قاموس اللغة" میں ہے :

"وسَّل الی اللّٰه توسیلا' عمل عملا تقرب به الیه کتوسل"

(اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی عمل کیا۔)

اس سے معلوم ہو گیا کہ وسیلہ کے معنی "قرب حاصل کرنا" ہے

وسیلہ کا شرعی مفہوم

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ قرآن حکیم کی تفسیر میں ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ ﴾ (المائدۃ : ۳۵) "اے مؤمنو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو"۔ کے تحت فرماتے ہیں کہ :

> "حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وسیلہ کا معنی قرب ہے 'یعنی وہ عمل کرنا جو اللہ کے قریب کر دے۔ اس کے بعد انہوں نے جمہور مفسرین قرآن مثلاً امام حسن بصری' امام قتادہ' ابو وائل' عبد اللہ بن کثیر رحمہم اللہ وغیرہم جلیل القدر ائمہ تفسیر کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ ان سب کی تفسیر یہی ہے :
> "تقربوا الیه بطاعته والعمل بما یرضیه" (اللہ کا قرب حاصل کرو اس کی اطاعت کر کے اور اس کو خوش کرنے والے عمل کر کے)"[۲]

مرغوب شے تک پہنچنے کے لئے کوئی نیک عمل کرنے کو وسیلہ کہتے ہیں۔ جبکہ پنجابی

زبان میں وسیلہ اس سے مختلف معنی میں استعمال کیا جاتا ہے' یعنی بزرگوں کے آستانوں پر جا کر اُن سے حصولِ منفعت اور دفعِ ضر کی درخواست کرنا۔ افسوس کا مقام ہے کہ بعض پڑھے لکھے علماء بھی اس آیت سے پنجابی زبان میں مستعمل وسیلہ کا مفہوم مراد لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ میں دعائیں قبول کروں گا :

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (المؤمن : ٦٠)

"اور تمہارے رب نے کہا کہ مجھے پکارو میں قبول کروں گا"۔

اور اُن لوگوں کو عذاب کی دھمکی دی ہے جو اُس کی پکارنے سے روگردانی کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دعا کی ترغیب کے ساتھ ساتھ وہ اعمال و وسائل بھی بتائے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور دعائیں یقینی طور پر قبول ہوتی ہیں۔ اور ہمیں چاہئے کہ ہم وہی وسیلے اپنائیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائے ہیں اور من گھڑت وسیلوں سے بچیں' کیونکہ وہ بدعتِ سیّئہ ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان سے روکا ہے۔

جائز اور مستحب وسیلے

(۱) اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا وسیلہ

ارشادِ ربانی ہے :

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ (الاعراف : ١٨٠)

"اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں' تم اُن کے وسیلے سے اللہ کو پکارو"۔

چنانچہ مسلمان کو چاہئے کہ دعا کی جلد قبولیت کے لئے اللہ کے اسماءِ حسنیٰ کے ذریعے دعا کرے۔ مثلاً :

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَاللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اَنْ تُعَافِيَنِيْ (٣)

"اے اللہ میں تجھ سے اس ذریعے سے سوال کرتا ہوں کہ تو رحمٰن اور رحیم ہے اور لطیف اور خبیر ہے کہ مجھے سلامتی نصیب فرما"۔

یا یوں کہے :

اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اَنْ تَرْحَمَنِيْ وَتَغْفِرَلِيْ (۴)

"اے اللہ! میں تیری رحمت کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جو ہر چیز سے وسیع ہے کہ تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے بخش دے"۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ نماز میں اس طرح دعا کر رہا تھا :

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ يَا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اَنْ تَغْفِرَلِيْ ذُنُوْبِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۵)

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' اے اکیلے اور یکتا اور بے نیاز اللہ جو نہ جنا گیا' اور نہ اس نے کسی کو جنا' نہ کوئی اس کا شریک ہے' کہ تو میرے گناہ بخش دے! تو بخشنے والا مہربان ہے"۔

ایک آدمی کو آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ میں دعا مانگتے سنا :

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ الْمَنَّانُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ" (۶)

"اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلے سے دعا مانگتا ہوں کہ سب تعریفیں تیرے لئے ہیں' اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو اکیلا ہے' تیرا کوئی شریک نہیں۔ اے شفقت و محبّت کرنے والے' اے احسان کرنے والے' اے زمین و آسمان پیدا کرنے والے' اے جلالت اور بزرگی والے' اے ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے! میں تجھ سے جنّت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں"۔

حضرت سرورِ دوعالم ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ اس نے کس وسیلہ سے دعا کی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا : اللّٰہ و رسولہ اَعلم! . . . تو رسول اکرم ﷺ نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ اس

نے اسمِ اعظم کے وسیلے سے دعا کی ہے جس کے ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے۔

اسی طرح وہ انصاری جسے پیشہ ور قاتل ڈاکو نے جنگل میں گھیر لیا اور وہ ہر صورت میں اسے قتل کر کے اس کا مال اور خچر لینا چاہتا تھا تو انصاری نے اس طرح دعا کی :

((یَا وَدُوْدُ یَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ یَا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اَسْاَلُكَ بِعِزَّتِكَ الَّتِیْ لَا تُرَامُ وَبِمُلْكِكَ الَّذِیْ لَا یُضَامُ وَبِنُوْرِ الَّذِیْ مَلَأَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ اَنْ تَكْفِیَنِیْ شَرَّ هٰذَا اللِّصِّ یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ)) (۷)

"اے محبت کرنے والے' بزرگ عرش والے' اے جو چاہے سو کرنے والے! میں تیری ہمیشہ رہنے والی عزت اور بادشاہی کے وسیلے سے اور تیرے عرش کے ارکان کو بھرنے والے نور کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں' کہ مجھے اس چور (ڈاکو) سے بچا' اے فریاد رس! میری مدد فرما"۔

تو اس نے دیکھا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس کوئی گھوڑ سوار آیا' اس نے ڈاکو کو سینے میں نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔

الغرض بزرگانِ دین کی دعاؤں کی قبولیت کا یہ راز تھا کہ وہ حلال کمانے کے ساتھ ساتھ اسماءِ حسنیٰ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔ اگر آپ ایسی بے شمار دعائیں دیکھنا چاہیں تو الورد المصفّی المُختار من کلام اللّٰہ و کلام سیّد الابرار اور کتاب الاذکار از امام نوویؒ دیکھیں' لیکن ایک دعا جسے میں درج کئے بغیر نہیں رہ سکتا' وہ یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : جب کسی آدمی کو غم واندوہ لاحق ہو تو وہ یہ دعا پڑھے :

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُكَ اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَ بِهٖ اَحَداً مِنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَذِهَابَ غَمِّیْ))

"اے میرے اللہ! میں تیرا بندہ' تیرے بندے کا بیٹا' تیری بندی کا بیٹا' میری

پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے' تیرا حکم مجھ پر جاری و ساری ہے' میرے متعلق تیرا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ میں تجھ سے تیرے سب اسماءِ حسنیٰ (کے وسیلے) سے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنی ذات کے لئے رکھے' یا کسی کتاب میں نازل کئے' یا کسی مخلوق کو سکھائے یا اپنے پاس ہی رکھنے پسند کئے' تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور سینے کا نور بنادے اور اسے میرے غم واندوہ کا مداوا بنادے"۔

تو اللہ اس آدمی کے غم واندوہ دُور کرکے خوشی و فرحت اور سرور نصیب کرے گا"۔ (۸)

ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے اسماء اور صفات جمیلہ کے وسیلے کو پسند کرتا ہے' اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ہمیں نیک اعمال کا وسیلہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۲) نیک اعمال کا وسیلہ

اس طرح کا وسیلہ بھی جائز اور مشروع ہے کہ بندہ یوں کہے :

"اے اللہ! میں اس وجہ یا وسیلہ سے کہ تجھ پر ایمان رکھتا ہوں' یا تیرے پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کا تابعدار ہوں تو میرے گناہ معاف کردے' یا مجھے معاف کردے' یا میری حاجت پوری کردے یا میری مشکل حل کردے۔"

اس قسم کے وسیلے کو اللہ نے پسند فرمایا ہے۔ قرآن میں ہے کہ میرے بندے یوں کہتے ہیں :

﴿ رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ ﴾

(آل عمران : ۵۳)

"اے ہمارے رب! ہم تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لائے اور تیرے رسول ﷺ کی تابعداری کی (اس وسیلہ سے) ہمیں بھی (اپنی وحدانیت کے) گواہوں میں لکھ لے"۔

اس جیسی دیگر آیات "قرآنی دعائیں" نامی کتاب میں دیکھیں جن میں ایمان کو وسیلہ بنایا گیا ہے' کیونکہ ایمان بھی نیک عمل ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ :

"تم سے پہلے تین آدمی پہاڑوں میں سفر کر رہے تھے کہ بارش سے بچنے کے

لئے غار میں داخل ہو گئے' اچانک اس غار کے دہانے پر بڑا وزنی پتھر آ گیا' اس طرح وہ گویا زندہ ہی قبر میں دفن ہو گئے۔ اس غار سے نکلنے کی کوئی امید نہ رہی۔ لاچار ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ پتھر اتنا گراں اور بھاری آ پڑا ہے کہ ہم سے ہرگز ہٹایا نہیں جا سکتا' اب سوائے اللہ کی ذات کے اور کوئی ہمیں یہاں سے زندہ سلامت نہیں نکال سکتا' لہٰذا اپنے صالح اعمال یاد کرو اور انہیں اللہ کے ہاں وسیلہ بناؤ' شاید کہ اللہ ہمیں نجات دے دے۔

ایک کہنے لگا : اے اللہ! میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور ہر شام کو میں واپس آ کر اس وقت تک اپنے بال بچوں کو دودھ نہیں پلاتا تھا جب تک میں اپنے بوڑھے ماں باپ کو دودھ نہ پلا لیتا۔ ایک دن میں اپنی بکریاں دور لے گیا' عشاء کے بعد گھر واپس آیا' کیا دیکھتا ہوں کہ بوڑھے ماں باپ سو گئے ہیں اور میرے بچے بھوکے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے دودھ دوہا اور پیالہ بھر کر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میرے بچے میرے قدموں میں رو رہے تھے' لیکن میں نے انہیں اس وقت تک دودھ نہ پلایا جب تک میرے بوڑھے والدین خود بیدار نہ ہوئے اور دوبارہ دودھ پی کر سو نہ گئے۔ اے اللہ! اگر تو سمجھتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری خالص رضا کے لئے کیا ہے تو ہم سے پتھر ہٹا دے۔ چنانچہ پتھر تھوڑا سا سرک گیا' لیکن وہ نکل نہ سکتے تھے۔

دوسرے نے کہا : اے اللہ! میں اپنے چچا کی لڑکی کو دنیا و مافیہا سے زیادہ چاہتا تھا' لیکن وہ کسی طرح بھی میرے دام فریب میں نہ پھنستی تھی' ایک سال اسے بے پناہ غربت نے گھیر لیا' وہ مجبور ہو کر میرے پاس آئی تو میں نے چند دیناروں کے عوض اسے زنا پر آمادہ کر لیا' لیکن جب میں اس جگہ بیٹھ گیا جہاں آدمی اپنی بیوی کی مخصوص جگہ پر بیٹھتا ہے تو وہ لرز گئی اور کانپتی ہوئی بولی : اللہ کے بندے ڈر اور بغیر حق کے مہر نہ کھول۔ اے اللہ میں تیرے خوف سے ڈر گیا اور گناہ سے باز آیا اور سارے دینار اسے بخش دیئے۔ اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ گناہ تیرے خوف سے چھوڑا تھا۔ اے اللہ! اس نیک عمل کے ذریعے اس پتھر کو ہٹا دے۔ پتھر تھوڑا سا اور سرک گیا اور باہر کا جہاں نظر آنے لگا' لیکن وہ ابھی تک نکل نہ سکتے تھے۔

تیسرے نے کہا : اے اللہ! میرے ہاں کسی مزدور نے کام کیا' میں نے مزدوری دی لیکن اس نے کم سمجھ کر نہ لی اور ناراض ہو کر چلا گیا' لیکن میں نے اس مزدوری کو اپنی تجارت میں شامل کر لیا' اس طرح وہ مال بڑھتا بڑھتا بہت زیادہ ہو گیا' کئی سال بعد اس مزدور کو کسی مجبوری نے گھیر لیا تو وہ میرے پاس آیا اور مزدوری مانگنے لگا۔ میں نے کہا : اے اللہ کے بندے! یہ سب اونٹ' گائیں اور بھیڑ بکریاں جو جنگل میں چر رہی ہیں تیری ہیں۔ وہ غریب آدمی کہنے لگا : "اللہ کے بندے! مجھ غریب سے مذاق نہ کر" میں نے اسے کہا کہ اے اللہ کے بندے! خدا کی قسم یہ مذاق نہیں ہے' بلکہ یہ تیرا ہی مال ہے جو میں نے تجارت کر کے بڑھایا ہے۔ چنانچہ اس نے سارے کے سارے جانور ہانک لئے اور مجھے کچھ نہ دیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل خالص تیرے لئے کیا تو پتھر کو ہٹا دے۔ چنانچہ پتھر ہٹ گیا اور وہ صحیح سلامت باہر نکل آئے"۔ (۹)

اس صحیح روایت سے معلوم ہو گیا کہ نیک اعمال کا وسیلہ بھی جائز ہے اور اللہ اور رسول ﷺ نے اسے پسند کیا ہے۔

(۳) نیک آدمی سے دُعا کرانا

اور اس کی صورت یہ ہو گی کہ زندہ اور موجود آدمی سے دعا کرائی جائے۔ یہ صورت بھی جائز اور مشروع ہے۔

(۱) ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمرہ ادا کرنے کیلئے رخصت ہونے لگے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

((لَا تَنْسَنَا يَا اَخِيْ فِيْ دُعَائِكَ)) (۱۰)

"اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھلانا"۔

(۲) ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک وفد آیا اور خشک سالی کی شکایت کی اور بعد میں دعا کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "اے اللہ! انہیں بارش عطا فرما . . . ."

رئیسِ وفد کہنے لگا : "یا رسول اللہ ﷺ! اپنے ہاتھ اٹھایئے' کیونکہ یہ بہترین اور اعلیٰ طریقہ ہے۔ آپؐ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا دی۔ چنانچہ انہیں واپس جا کر خبر ملی کہ

ٹھیک اس وقت یہاں بارش ہو گئی تھی۔ (۱۱)

(۳) بخاری شریف میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی نے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مویشی ہلاک ہو گئے' راستے خشک ہو گئے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بارش عطا فرمائے۔ آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور ان الفاظ سے دعا کی :

((اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا))

"اے اللہ! ہمیں بارش عطا فرما (تین مرتبہ یوں فرمایا)"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اللہ کی قسم! ہم آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ دیکھتے تھے کہ اچانک کوہِ سلع کے پیچھے سے چھتری کی طرح بادل نمودار ہوا' آن ہی آن میں ہم پر بلند ہوا اور پھیل گیا اور بارش شروع ہو گئی۔ اور اتنی بارش ہوئی کہ ہفتہ بھر سورج نظر نہ آیا۔ اگلے جمعہ پھر اعرابی کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ "اے اللہ کے رسول ﷺ! مال ہلاک ہو گئے' راستے بند ہو گئے' اللہ سے دعا کریں کہ بارش بند کر دے۔ تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی :

((اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلاَ عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاَکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرَةِ)) (۱۲)

"اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش برسا اور ہم پر بارش نہ کر۔ اے اللہ! زمین کی تہوں پر' پہاڑوں کے درمیان' وادیوں اور درخت اگانے والی جگہوں پر برسا"۔

چنانچہ فوراً ہی بادل چھٹ گیا اور ہم دھوپ میں چل کر واپس آئے۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب بھی قحط (خشک سالی) پڑتا آپؓ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے دعا کرواتے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو منبر پر ساتھ لے جاتے اور کہتے :

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا ﷺ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا" (۱۳)

"اے اللہ! ہم بارش طلب کرنے کے لئے تیرے نبی ﷺ کے ذریعے تیری طرف وسیلہ پکڑتے تھے تو تو ہمیں بارش عطا کرتا تھا' اور اب بھی تیرے نبی ﷺ کے چچا کے ذریعے تیری طرف وسیلہ پکڑتے ہیں' تو ہمیں بارش عطا فرما"۔

یہ وسیلہ پکڑنے کی صورت کیا تھی' اس کا جواب حدیث فتح الباری' جلد ۲' ص ۳۹۹ میں ہے:

"كَانُوْا اِذَا قُحِطُوْا عَلٰى عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ اسْتَسْقَوْا بِهٖ فَيَسْتَقِیْ لَهُمْ فَيُسْقَوْنَ فَلَمَّا كَانَ فِیْ اِمَارَةِ عُمَرَ ..... الحدیث"

"وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بوقت خشک سالی اور قحط رسول اللہ ﷺ سے دعا کراتے' پس آپ ﷺ ان کے لئے دعا کرتے تو ان پر بارش ہو جاتی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط آتا (ہوتا) تو آپ رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کراتے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں دعا کرتے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ يَنْزِلُ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَمْ يَكْشِفْ اِلَّا بِتَوْبَةٍ وَقَدْ تَوَجَّهَ الْقَوْمُ بِیْ اِلَيْكَ لِمَكَانِیْ مِنْ نَّبِيِّكَ وَهٰذِهٖ اَيْدِيْنَا اِلَيْكَ بِالذُّنُوْبِ وَنَوَاصِيْنَا بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَيْثَ"

"اے اللہ! کوئی آفت نازل نہیں ہوتی مگر گناہوں کی وجہ سے' اور نہیں دور ہوتی مگر توبہ کے ساتھ۔ یہ لوگ مجھے تیرے سامنے (توبہ و استغفار کے لئے) لائے ہیں' کیونکہ میں تیرے نبی ﷺ کا قرابت دار ہوں۔ یہ ہمارے گنہگار ہاتھ تیری طرف بلند ہیں اور ہماری پیشانیاں تیری طرف اٹھی ہوئی ہیں۔ اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما"۔

چنانچہ پہاڑوں کی طرف بادل اٹھے' زمین پر بارش کی وجہ سے ہریالی ہوئی اور لوگ خوش ہو گئے۔

(۵) اسی طرح خلیفۃ المسلمین اور رسول اللہ ﷺ کے برادر نسبتی کاتب وحی الٰہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت یزید بن اسود مستجاب الدعوات تابعی سے دعا کرواتے اور لوگ بھی ان کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تو فوراً بارش ہو جاتی۔ (۱۴)

ان حوالہ جات سے درج ذیل مسائل معلوم ہوئے:

اگر فوت شدہ پیغمبروں اور بزرگوں کا وسیلہ جائز ہوتا تو حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کبھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کو وسیلہ نہ بناتے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی اور زندگی کے بعد بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ تو کجا سب پیغمبروں اور ولیوں سے افضل ہیں اور خدا کے مقرب رسول ہیں۔ اسی لئے کسی شخص کے وصال کے بعد اس کا وسیلہ جائز نہیں۔ اس لئے تو تمام صحابہ اور انصار و مہاجرین اصحابِ بیعتِ رضوان آپ کے روضۂ اطہر کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرانے جاتے تھے۔ اگر کسی برگزیدہ ہستی / ذات کا وسیلہ جائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے گھروں' دکانوں' کھیتوں میں جہاں کہیں بھی ہوتے' وہیں کہتے :"اے اللہ! ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش عطا کر!" لیکن سب کو معلوم ہے کہ انہوں نے ہرگز ایسا نہ کیا' بلکہ پاس جاکران سے دعا کرائی ہے۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور خصوصاً اولوالعزم پیغمبروں اور حضرت ایوب علیہ السلام ' حضرت یوسف علیہ السلام ' حضرت یعقوب علیہ السلام وغیرہ کو خطرناک بیماریوں اور مصیبتوں نے گھیرا۔ انہوں نے کبھی اپنے سے پہلے گزرنے والے پیغمبروں کا وسیلہ نہیں پکڑا۔ اگر یہ جائز ہوتا تو کم از کم ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کی تعلیم کی خاطر کبھی تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ یا حضرت اسماعیل علیہ السلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر جاکر وسیلہ پکڑتے۔ لیکن معلوم ہے کہ انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ قرآن مجید اور ساری صحیح احادیث پڑھ لیں' بھلا کسی پیغمبر نے سوائے اسماءِ الٰہی اور اعمالِ صالحہ یا زندہ آدمی سے دعا کرانے کے کوئی وسیلہ پکڑا ہے؟

☆ وسیلہ کے متعلق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حنفی بزرگانِ دین کا موقف

وسیلہ بالذات کے متعلق حضرت امام ابو حنیفہ اور حنفی بزرگان دین کا موقف بڑی دُور اندیشی اور حکمت پر مبنی ہے۔ گردوپیش میں روزافزوں آستانوں کی کثرت اور وہاں ہونے والے شرکِ اکبر کی ابتداء غالباً اسی چھوٹے سے شگاف سے ہوئی۔ امام ابنِ قیمؒ "تبعید الشیطان" میں فرماتے ہیں کہ :

"عام آدمی پہلے تو بزرگان دین کے وسیلے سے اللہ سے فریاد کرتا ہے' پھر اگلا مرحلہ

یہ ہوتا ہے کہ وہ ان سے فریاد کرتا ہے کہ میرے لئے اللہ سے دعا کرو' پھر اگلا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ یہ سمجھ کر کہ اللہ نے خزانے اسی کے سپرد کر رکھے ہیں' وہ ان سے فریادیں کر کے ان کے نام نذرانے دے کر اسی شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے جس میں ابو جہل اور دیگر مشرکین مکہ گرفتار تھے۔"

(۱) حضرت امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یکرہ ان یقول الرجل اسالک بحق فلان او بحق انبیائک و رسلک و بحق بیت الحرام و المشعر الحرام اذ لیس لاحد علی اللّٰہ حق (۱۵)

"کسی آدمی کا اس طرح سے مانگنا مکروہ ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے فلاں کے وسیلے یا نبیوں اور رسولوں کے وسیلے سے اور بیت اللہ یا مشعرالحرام کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں' کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں"۔

(حق کی تشریح آگے آرہی ہے)

(۲) فقہ حنفی کی اہم ترین کتاب الہدایہ ہے اور حنفی علماء کرام نے اس کتاب کے متعلق کہا ہے : "الھدایۃ کالقرآن" کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے' یعنی جس طرح قرآن نے پہلی آسمانی کتابیں منسوخ کر دیں' اسی طرح ہدایہ نے فقہ کی پہلی کتابیں منسوخ کر دیں۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں :

"و یکرہ ان یقول فی دعاء بحق فلان و بحق انبیائک و رسلک اذ لا حق للمخلوق علی الخالق" (۱۶)

"اور کسی آدمی کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ فلاں کے وسیلے یا نبیوں اور رسولوں کے وسیلے سے یہ سوال کرتا ہوں' کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں"۔

(۳) فقہ حنفی کی مبسوط کتاب "البحر الرائق شرح کنز الدقائق" میں امام ابنِ نجیم حنفی فرماتے ہیں :

لا یجوز ان یقول بحق فلان و کذا بحق انبیانک و اولیانک ورسلک و البیت الحرام و المشعر الحرام لانه لا حق للمخلوق علی الخالق' وانما یخص برحمته من یشاء من غیر و جوب علیه (۱۷)

"اس طرح کہنا جائز نہیں کہ میں فلاں کے وسیلے سے' اس طرح تیرے رسول اور تیرے ولیوں اور رسولوں' بیت اللہ اور مشعر الحرام کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں' کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی احسان / حق نہیں۔ وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہے (ولایت یا رسالت) کے لئے خاص کر دے"۔

(۴) فتاویٰ عالمگیری میں جسے پانچ صد (۵۰۰) حنفی علماء کرام کے بورڈ نے مرتب کیا تھا' لکھا ہے :

ویکرہ ان یقول فی دعاء بحق فلان و کذا بحق انبیائک و اولیائک او بحق رسلک ۔ ۔ الخ (ص ۳۸)

"اس طرح دعا مانگنا مکروہ ہے کہ میں فلاں کے وسیلے اور اسی طرح تیرے نبیوں اور تیرے ولیوں یا رسولوں کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں ۔ ۔ ۔"

(۵) الدر المختار (ج ۲/ ۶۳۰) حنفی فقہ کی چوٹی کی کتاب میں ہے :

و عن ابی حنیفة لا ینبغی لاحد ان یدعو اللّٰہ الا بہ و الدعاء الماذون فیہ المامور بہ من قولہ تعالی ﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾

"اور حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ کو اس کے (اسماء و صفات کے) سوا کسی کی ذات کو پکڑ کر پکارے۔ جس کا چیز اذن ہے اور اس کا حکم ہے وہ اللہ کے اس قول سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے : اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں' تم ان کے وسیلہ سے اللہ کو پکارو"۔ (۱۸)

(۶) فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب (در مختار) میں حنفی بزرگوں کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں :

و اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام و ما یوخذ من

الدراهم و الشمع والزیت و نحوها الی ضرائع الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهو باطل و حرام بالاجماع (۱۹)

"جان لو کہ عوام کی وہ نذریں اور نیازیں جو فوت شدگان بزرگوں کے نام پر دیتے ہیں' اور وہ درہم اور شمع اور تیل اور اسی طرح کے دیگر نذرانے جو وہ اولیاء کرام کے آستانوں پر دیتے ہیں' وہ بالاتفاق باطل اور حرام ہیں"۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ ابنِ عابدین حنفی فرماتے ہیں کہ ان کے باطل اور حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ :

(۱) "وہ نذرانے مخلوق کی نذریں ہیں اور مخلوق کے نام پر نذر جائز نہیں' کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کے لئے ہے' مخلوق کے لئے نہیں۔

(۲) جس کو نذر دی وہ فوت شدہ ہے' جو مالک نہیں ہوتا۔

(۳) نذر دینے والوں نے یہ سمجھ کر دی ہے کہ یہ بزرگ نفع و نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور یہ اعتقاد کفر ہے"۔ (۲۰)

(بشکریہ : ماہنامہ محدّث لاہور)

حواشی

۱) مشکوٰۃ
۲) ابنِ کثیر ۳/ ۵۲' ۵۳
۳) التوسل وانواعہ از البانی" ص ۲۸
۴) التوسل وانواعہ از البانی" ص ۲۸
۵) ابوداوٗد' نسائی' احمد
۶) ابوداوٗد' نسائی' احمد باسناد صحیح
۷) الاصابہ' ص ۸۲' بحوالہ حیاۃ الصحابہ
۸) مسند احمد' ابنِ حبان بسند صحیح
۹) بخاری و مسلم
۱۰) ابوداوٗد' ترمذی
۱۱) زاد المعاد
۱۲) صحیح بخاری' ص ۱۳۸
۱۳) صحیح بخاری' ص ۳۹
۱۴) ابنِ عساکر جلد ۸/ ۵۱/ ۱ از سلیم بن عامر خبائری
۱۵) شرح فقہ اکبر' ص ۶۱
۱۶) ہدایہ اخیرین : ۴۷۳
۱۷) البحر الرائق' ج ۸' ص ۲۰
۱۸) مزید تحقیق کے لئے امام زبیدی کی شرح احیاء العلوم ج ۲' ص ۲۵۸ اور امام ابوالحسین قدوری حنفی کی شرح کرخی دیکھیں۔
۱۹) الدر المختار' ص ۱۳۱
۲۰) الدر المختار' ص ۱۳۱

قیامِ اسرائیل اور نیو ورلڈ آرڈر

معروف سعودی دانشور ڈاکٹر سفرالحوالی کی تہلکہ خیز کتاب

کی سلسلہ وار اشاعت ـــــ قسط سوم

امریکہ میں مذہبی بیداری

اب ہم اپنی گفتگو کا رُخ حالاتِ حاضرہ کی طرف پھیرتے ہیں۔

پروٹسٹنٹ تحریک کے نتیجہ میں جس کے چند قائدین کا ذکر میں اُوپر کر آیا ہوں امریکہ میں مذہبی بیداری عجیب طریقے سے پیدا ہوئی۔ آپ مذہبی بیداری کے لفظ سے حیران نہ ہوں' امریکی خود اس تبدیلی کو مذہبی بیداری یا بنیاد پرستی یا بیداری انجیل سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ حضرات انجیل کی پیشین گوئیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اسرائیل کے قیام کی پُرزور حمایت کرتے ہیں' اسرائیل کے ساتھ تعاون و مدد کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ختم کرنے پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ایک نہایت اہم موضوع ہے کیونکہ اس کے اثرات مسلمانوں پر ان کے مستقبل میں پڑیں گے۔ ہمیں یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ ہم اب تک غفلت میں رہے ہیں' ہمارے قائدین اور ذرائع ابلاغ بھی اپنے عوام کو غافل رکھنا چاہتے ہیں' وہ ہمیں ان حقائق سے آگاہ نہیں کرتے جو روز بروز ہمارے لئے خطرہ بنتے جا رہے ہیں اور ان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکہ جیسے ملکوں میں جو سیکولر اور ملحد معاشرہ ہے مذہبی بیداری پیدا ہو رہی ہے اور اس مذہبی بیداری میں سیاسی عنصر نہایت مؤثر کردار ادا کر رہا ہے جبکہ ہمیں اس کا احساس نہیں دلایا جا رہا ہے۔ یہ باتیں تفصیل طلب ہیں لیکن میں انہیں حتی الامکان اختصار سے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ خوب سمجھ لیں کہ امریکی اتنے لادین لوگ نہیں جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مذہب کا تصور ان کے ہاں چند رسم و رواج کے ادا کر لینے سے زائد نہیں۔ چرچ کی بات اور اس

کے فتووں پر ایمان لانا ہی ان کے ہاں مذہب کہلاتا ہے' مذہب سے زندگی گزارنے کا ہمہ گیر تصوّر مراد نہیں لیا جاتا۔

عالمی سطح پر ہونے والے ایک سروے کے نتائج کچھ اس طرح تھے کہ عیسائی اکثریت والے ممالک میں سب سے زیادہ مذہبی لوگ آئرلینڈ کے باشندے ہوتے ہیں اور اس کے بعد امریکہ دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ سروے کرنے والا ادارہ Gallop Polls اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ امریکہ میں ۹۰ فیصد سے زائد لوگ وجود باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ یہ ایک غیر متوقع نتیجہ ہے کہ ۹۰ فیصد سے زائد امریکی اللہ تعالیٰ کے ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس ایمان کی نوعیت ان کے عقیدہ اور معاشرتی چلن کے لحاظ سے ہے۔ اس رپورٹ کی رو سے اے فیصد امریکی موت کے بعد جی اٹھنے پر ایمان رکھتے ہیں۔

ایک اور رپورٹ کے مطابق ۱۹۷۰ء میں کلیسائی عبادت خانوں کی کل امریکی ممبران کی تعداد تیرہ کروڑ دس لاکھ تھی۔ ۱۹۸۰ء میں یہ تعداد بڑھ کر تیرہ کروڑ پچاس لاکھ ہو گئی' لیکن اگلے دو سالوں میں ایک زبردست اضافے کے ساتھ یہ تعداد تیرہ کروڑ ساٹھ لاکھ ساٹھ ہزار تھی۔ آپ خود اندازہ لگالیں کہ باقی ماندہ امریکی کتنے رہ جاتے ہیں۔

کلیسا سے تعلق رکھنے والے یہ لوگ آپ کے خیال میں کتنا چندہ دیتے ہوں گے؟ ۱۹۸۲ء کی رپورٹ کی رو سے' جو کہ کافی پرانی رپورٹ ہے' یہ رقم ساٹھ ارب ڈالر سے زائد بنتی ہے' اس رقم سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج کل کیا صورتحال ہو گی۔

مشنری ذرائع ابلاغ

قدرے اختصار سے انجیلی اسکولوں کا حال بھی جان لیجئے۔ انجیلی اسکولوں اور دانش گاہوں کی تعداد آپ کے خیال میں امریکہ جیسے ملک میں کتنی ہو گی؟ اسی طرح عیسائی تعلیمات کے لئے ٹی وی نیٹ ورک کی تعداد کتنی ہو گی؟

کیا آپ کے خیال میں امریکہ میں مذہبی بیداری کی وہی کیفیت ہو گی جو ہمارے ہاں پائی جاتی ہے کہ جس کا کوئی قابل قادر میگزین ہے نہ اخبار نہ ریڈیو اسٹیشن نہ ٹی وی اسٹیشن اور نہ مصنوعی سیارے کی مدد سے دور دراز علاقوں میں نشریات بھیجنے کا کوئی انتظام

ہے۔ اسلامی ممالک کے برعکس امریکہ میں ابلاغِ عامّہ کی صورت حال انتہائی ترقی یافتہ ہے۔ چرچ کے پادریوں کی ملکیت میں جو ذرائع ابلاغ ہیں اس کی ایک رپورٹ ملاحظہ فرمائیں :

امریکہ میں چرچ کے زیر کنٹرول کئی سو کالج' انسٹی ٹیوٹ اور یونیورسٹیاں ہیں۔ ۸۲۔۱۹۸۱ء کی رپورٹ کے مطابق' جسے اب پندرہ سال ہو چکے ہیں' اعلیٰ تعلیمی اداروں کی تعداد ۱۹۷۸ تھی۔ انجیلی اسکول جو ۵۵۔۱۹۵۴ء میں صرف ۱۲۳ ہوا کرتے تھے' ۱۹۸۰ء کی رپورٹ کے مطابق ان کی تعداد بڑھ کر ۱۸۰۰ تک پہنچ گئی۔

میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں' آپ اس کا جواب سوچیں۔ کیا وجہ ہے کہ امریکہ کی طرف جانے والے مسلمان آج سے بیس بائیس سال پہلے انحراف اور لادینیت کی طرف مائل تھے مگر بعد میں ان کی بیشتر تعداد کا رجحان مذہب کی طرف رہا؟ اس سوال پر غور کریں۔ آپ ان لوگوں سے پوچھ لیجئے جو آج سے بیس سال پہلے امریکہ میں تھے' اُس وقت عیسائی مذہب کے موضوع پر ایک بات سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ عیسائی مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم کیوں ہماری طرح دین سے بغاوت نہیں کرتے؟ ہماری طرح تمہیں بھی مذہب سے آزاد ہونا چاہئے۔ پس ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے بہت سے مسلمانوں نے مذہب کا انکار کیا' لیکن بعد کے سالوں میں جب کوئی تعلیمی وظائف پر جانے والا طالب علم امریکہ کی کسی یونیورسٹی میں داخل ہوتا تو اس کے گرد امریکی جھمگٹا بنا لیتے' جن میں ہم جماعت طالب علموں کے علاوہ اساتذہ اور معلّمات بھی ہوتیں۔ سب اس سے دین کے موضوع پر بحث و تمحیص شروع کر دیتے۔ جب یہ روش چل پڑی تو قرآن و انجیل کے موازنے میں گیا گزرا مسلمان بھی قرآن کے برحق ہونے کا برملا اظہار کرتا۔ سبحان اللہ! اگر ادیان کے موازنے کی بات ہو یا انجیل و قرآن میں سے کسی ایک کے برحق ہونے کی بحث چل نکلے تو پھر گیا گزرا مسلمان بھی اسلام کی حقانیت اور اس کی سچائی کا اعتراف کرتا ہے اور پورے اعتماد سے کہتا ہے کہ اسلام ہی برحق ہے۔

اُس زمانے سے اب تک دین امریکہ کا ایک اہم موضوع رہا ہے اور اس وقت سے امریکہ میں مذہبی بیداری آ چکی ہے۔ اس بیداری کی ایک مثال ہارورڈ یونیورسٹی

(Harward University) ہے جو پروٹسٹنٹ فرقے کی تعلیم دینے میں مشہور ترین یونیورسٹی سمجھی جاتی ہے۔ شروع میں پروٹسٹنٹ فرقے نے اسے انجیلی کالج کا درجہ دیا تھا جو بعدازاں ہارورڈ یونیورسٹی کہلائی' اور اسی شہرت کی حامل Christian University Abilene ہے۔ ان دو کے علاوہ اور بھی جامعات ہیں جو دراصل چرچ کے زیر کنٹرول ہیں۔ واشنگٹن میں ایک یونیورسٹی ہے اور ایک یونیورسٹی جارج ٹاؤن میں ہے۔ اسی طرح ڈیلارڈ یونیورسٹی (Dillard University) اور فلپس یونیورسٹی (Philips University) ہے۔ اس کے علاوہ ٹیکساس' اٹلانٹا اور بوسٹن میں بھی مختلف جامعات ہیں جو عالمی شہرت کی حامل سمجھی جاتی ہیں۔ یہ دراصل مذہبی یونیورسٹیاں ہیں جو الٰہیات کی تعلیم دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ عیسائی پادریوں کی ملکیت میں دو ہزار سے زائد دینی مدرسے' انسٹی ٹیوٹ یا کالج ہیں اور ان میں لاکھوں طالب علم زیر تعلیم ہیں جو مذکورہ بالا عقائد پر ایمان رکھتے ہیں' یعنی تورات اور توراتی پیشین گوئیوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے زیر بحث ہیں۔

ماضی کے امریکی انتخابات سے علماء اور دانشوروں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امریکی معاشرہ بتدریج مذہب کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ ان انتخابات میں امریکی عوام نے صدر بش کے علاوہ لگاتار دو مذہبی شخصیات کا چناؤ کیا' یعنی جمی کارٹر اور ریگن۔

جمی کارٹر کٹر عیسائی ہے اور آج بھی تبلیغی مشن پر کاربند ہے۔ کبھی افغانستان جاتا ہے تو کبھی حبشہ یا سوڈان' مختلف علاقوں میں جمی کارٹر کا آنا جانا لگا رہتا ہے' جن میں وہ عیسائیت کی تبلیغ کا دفاع کرتا ہے اور عیسائیت پھیلانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جمی کارٹر کا عیسائی مبلغ ہونا ہر اُس شخص پر واضح ہے جو اُس کی سرگرمیوں پر نظر رکھتا ہے۔ دوسری اہم شخصیت رونالڈ ریگن کی ہے' اور جیسا کہ میں نے کیتھولک فرقے کی رپورٹ سے آپ کو آگاہ کیا کہ گیارہ سے زائد مرتبہ ریگن نے تورات کی پیشین گوئیوں اور ہرمجدّون کی جنگ پر اپنے ایمان کا اظہار کیا۔

مذہبی کتابوں کی خریداری میں زبردست اضافہ بھی امریکہ میں مذہبی بیداری کی ایک دلیل ہے۔ ۱۹۸۴ء کی سروے رپورٹ کے مطابق اس سال سب سے زیادہ مذہبی

کتابیں فروخت ہوئیں۔ ہمارے ہاں بھی صورتحال یہی رہی اور سب سے زیادہ دینی کتابیں فروخت ہوئیں جو ایک خوش آئند بات ہے۔ مذکورہ رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۴ء میں فروخت ہونے والی کل کتابوں کی ایک تہائی مذہبی کتابیں تھیں۔ ان دینی کتب کی مالیت تقریباً ایک بلین ڈالر تھی جبکہ خریداروں کی تعداد تین کروڑ ستّر لاکھ بتائی گئی۔ اس سے زیادہ حیران کن صورتحال ابلاغِ عامّہ میں دیکھنے میں آئی جہاں مذہب کے اثرات انتہائی اہم رہے۔ ابلاغِ عامّہ سے ہماری مراد وہ ٹی اسٹیشن اور ریڈیو اسٹیشن ہیں جو چوبیس گھنٹے تورات اور تورات میں مذکورہ شخصیات کے متعلق نشریات جاری رکھتے ہیں۔ امریکہ کے مشہور ہفت روزہ شماروں میں ریڈیو' ٹی وی کے انجیلی واعظوں کے لئے اسی طرح صفحات مختص کئے گئے ہیں جس طرح فلمی ستاروں کے لئے صفحات مختص ہوتے ہیں۔ ان انجیلی واعظوں کو Evangelist کہا جاتا ہے' جیسے بلی گراہم (Billy Graham) اور جیری فول ویل جن کی تصویریں آئے روز ہفت روزوں اور اخبارات کی زینت بنتی ہیں۔ ان ٹی وی واعظوں کی امریکیوں پر دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ یہ واعظ جن میں جمی سواگرٹ (Jimmy Swaggert) سب سے نمایاں ہے اپنی مقبولیت اور شہرت میں فلمی ستاروں اور کھلاڑیوں سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ جمی سواگرٹ نے شیخ احمد دیدات کے ساتھ مشہور مناظرہ کیا تھا جس کی وجہ سے یہ شخص ہمارے ہاں بھی جانا جاتا ہے۔ جمی سواگرٹ کے بارے میں ہم آگے چل کر تفصیلی گفتگو کریں گے۔ ٹی وی واعظوں کی مقبولیت ہراُس شخص پر عیاں ہے جو امریکہ کے ہفت روزوں اور اخبارات سے شغف رکھتا ہے۔ ۱۹۸۰ء کی سروے رپورٹ کے مطابق ۴۷ فیصد امریکیوں نے عیسائی بنیاد پرست پروگراموں کو دیکھا یا سنا۔ اسی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر ہفتہ کم از کم ایک ریڈیو چینل اور ہر ماہ ایک ٹی وی چینل کا افتتاح ہوتا ہے۔ یہ پندرہ سال پہلے کی رپورٹ ہے' اب کی صورتحال کیا ہوگی!

امریکہ میں ایک ملک گیر جانا پہچانا ادارہ ہے جو پورے امریکہ کے سامعین اور ناظرین کے درمیان باہمی رابطے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ یہ مشہور و معروف ادارہ "The 700 Club" کہلاتا ہے۔ ۱۹۴۴ء میں جب اس کلب کی بنیاد پڑی تو اُس وقت

نشریاتی اسٹیشنوں کی تعداد صرف ۴۹ تھی' لیکن ۱۹۸۰ء میں یہ تعداد آٹھ سو تھی اور اگلے دو سالوں میں آٹھ سو سے بڑھ کر ایک ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ سب دینی اور مذہبی نشریات پیش کرنے والے اسٹیشن ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں جب سامعین اور ناظرین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تو اس کلب نے اپنے سامعین اور ناظرین کے لئے سالانہ اجتماع کا اہتمام کیا۔ ہر سالانہ اجتماع میں دعائے فجر ہوتی اور اس میں اسرائیل کے حق میں التجائیں کی جاتی تھیں۔ ان سالانہ اجتماعات میں جیری فول ویل اور پاٹ رابرٹسن (Pat Robertson) چندہ اکٹھا کرنے کی مہم چلاتے ہیں جس کی مالیت اس سے بھی زائد بنتی ہے جو دونوں سیاسی پارٹیاں ڈیموکریٹک اور ری پبلکن اپنے کارکنوں کے توسط سے اکٹھا کرتی ہیں۔ ان نشریاتی اسٹیشنوں پر عیسائی بنیاد پرست تحریک کے حامیوں کا قبضہ ہے۔ یہ سب حقائق ہم نے امریکی صحافت سے جمع کئے ہیں۔

بیسیوں صدی میں عیسائی بنیاد پرست تحریک امریکی سیاست میں خاصی مؤثر رہی اور دانشوروں نے اس نمایاں تبدیلی کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا۔

جنسی امراض اور مذہبی بیداری کے درمیان ایک ربط دینا ضروری ہے کیونکہ ان خبیث امراض کے پھیلنے سے لوگوں کو دینی تعلیمات کی افادیت کا اندازہ ہوا۔ ایک زمانہ میں جب چرچ کی سرگرمیاں محدود ہوا کرتی تھیں اور انجیلی پیرو کاروں کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ نہ تھی اس زمانہ میں چرچ کے پیشرو زنا کاری سے سختی سے منع کیا کرتے اور اپنی اولاد کو زنا کاری کی لعنت سے دُور رکھتے تھے۔ ان موذی امراض میں اضافہ کے ساتھ کلیساؤں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا اور کلیسا کی آواز کو پذیرائی حاصل ہوئی۔ نیز دیگر معاشرتی امراض جیسے نشہ آور اشیاء کا استعمال' اضطراب' بے چینی' بے سکونی' نفسیات اور روحانی امراض کی کثرت بھی مذہبی بیداری کا باعث بنی۔ اب مذہبی پیرو کاروں کی تعداد لگ بھگ آٹھ کروڑ بتلائی جاتی ہے۔ بیسویں صدی میں عیسائیت ایک مؤثر تحریک بن کر اٹھی۔ ایک تجزیہ نگار کے نزدیک عیسائی تحریک آئندہ پانچ سو سال تک چل سکتی ہے' یعنی اگر مذہبی بیداری کی رفتار اسی طرح رہی تو آئندہ پانچ سو سال تک عیسائی تحریک میں کوئی کمی نہ آئے گی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت سے پہلے اسے نیست و نابود

کرے' آمین! لیکن ان کے اپنے تخمینے صدیوں کے لئے ہیں۔

امریکہ میں مذہبی ٹی وی اسٹیشنوں کی نشریات میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ مکمل اعداد و شمار مہیا کرنا مشکل ہے' لیکن دی سیون ہنڈرڈ کلب کی رپورٹ کے مطابق اس کے پاس ایسے نشریاتی اسٹیشنوں کی تعداد ایک ہزار ہے جو بیک وقت ٹی وی اور ریڈیو دونوں کے لئے پروگرام پیش کرتے ہیں اور ایک ہفتہ میں اوسطاً گیارہ کروڑ پچاس لاکھ امریکی یہ نشریات دیکھتے یا سنتے ہیں۔ بعض رپورٹوں کے مطابق ان میں ۴۵ فیصد "ٹی وی کلیسا" دیکھتے ہیں۔ ٹی وی کلیسا نئی عیسائیت کی ایجاد ہے جو مذہبی سہل پسندی کا شاخسانہ ہے جس میں اتوار کے روز چرچ جانے کی بجائے ٹی وی کا بٹن دبا کر مذہبی شوق پورا کیا جاتا ہے۔ اس حیلے سے چرچ جانے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اور یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ عیسائیت میں عبادت کے لئے چرچ جانے کی شرط ہے جو آج کل کے عیسائیوں سے پورا ہونے سے رہی' اس لئے اتوار کے روز چرچ کی رسومات ٹی وی کے ذریعے نشر کی جاتی ہیں۔ یہاں آپ اسلام کے فطری اصولوں میں اور دیگر ادیان کی بے جا سختیوں میں فرق سمجھ سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ((وَ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُوْرًا)) "اور میرے لئے پوری زمین جائے نماز اور پاک بنائی گئی ہے"۔

۱۹۸۲ء کی سروے رپورٹ کے مطابق پانچ کروڑ بیس لاکھ امریکی اس قسم کے ٹی وی کلیساؤں کے ایک یا ایک سے زائد پروگرام ہر ماہ دیکھتے ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں یہ تعداد بڑھ کر چھ کروڑ ہو گئی اور اسی سال ایڈز کا مرض پھیلا جو مذہبی بیداری کا باعث بنا۔

۱۹۸۵ء میں مذہبی ٹی وی اسٹیشن ڈیڑھ ہزار اور ریڈیو اسٹیشن ایک ہزار دو سو کے قریب تھے جو روزانہ ۱۷ گھنٹے کی نشریات دیتے' جبکہ ہمارے ہاں تلاوت قرآن پاک کے لئے انتہائی محدود وقت رکھا گیا ہے' جبکہ امریکہ میں ایک ہزار سے زائد نشریاتی ادارے روزانہ ۱۷ گھنٹے الحاد اور گمراہی کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ نشریاتی اسٹیشن انتہائی جدید آلات سے لیس ہیں جن میں آدھے سے زائد اسٹیشن مصنوعی سیارہ کی مدد سے دور دراز تک اپنی نشریات پہنچاتے ہیں۔ یہ ۱۹۸۵ء کی صورتحال ہے۔ ہو سکتا ہے اب تمام اسٹیشن مصنوعی سیارے استعمال کرتے ہوں اور پوری دنیا تک اپنی نشریات پہنچاتے ہوں۔

ان میں سے چند اہمیت کے حامل اسٹیشنوں کا ذکر کرنا چاہوں گا جو ہمارے چند بھائیوں نے خود دیکھ کر بتلائے ہیں اور میں مریکہ میں رہنے والے ان حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ان کی موجودہ سرگرمیوں سے مطلع کریں' خصوصاً امن کانفرنس کے بعد کی صورتحال سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔

ان نشریاتی اداروں میں سے دس اسٹیشن چرچ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان میں سے سب سے مشہور "The 700 Club" ہے جسے مشہور و معروف پادری پاٹ رابرٹسن چلاتا ہے' اسے CBN کہتے ہیں' یعنی کرسچین براڈ کاسٹنگ نیٹ ورک۔ دوسرا بڑا نشریاتی ادارہ جمی سواگرٹ کی ملکیت ہے۔ ایک پروگرام Hour of Power رابرٹ شلر چلاتا ہے۔ اس کے بعد جیری فول ویل کاٹی وی اسٹیشن ہے "اورل" رابرٹ کاٹی وی اسٹیشن ہے۔ بلی گراہم نے تین ٹی وی پروگرام شروع کئے جن کے نام بالترتیب World Wide' Burbank Picture اور Calif ہیں اور ان کے بعد باقی ماندہ ٹی وی اسٹیشن آتے ہیں[1]۔ جمی سواگرٹ نے اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ :
"امریکہ اسرائیل کے ساتھ جنم جنم سے اَن دیکھے بندھن کے ساتھ وابستہ ہے' اس وابستگی کی تاریخ خود امریکہ کے اپنے وجود سے بھی پہلے پڑ چکی تھی' اسی طرح میرا ایمان ہے کہ عیسائی صیہونی فکر (Messianic Jewish) کی جڑیں حضرت ابراہیم تک اور اس کے ساتھ عہدِ ربانی تک پہنچتی ہیں"۔

جمی سواگرٹ امریکہ میں سب سے بڑے ٹی وی اسٹیشن کا مالک ہے' وسیع نشریاتی نیٹ ورک اور صحافت اس کے علاوہ ہے اور وہ ان خیالات کا برملا اظہار کرتا ہے۔ وہ مزید کہتا ہے : "میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ابراہیمی عہد کا اطلاق اسرائیل کے علاوہ امریکہ پر بھی ہوتا ہے کیونکہ خداوند اب بھی پکار رہا ہے کہ جو اسرائیل پر برکت بھیجیں میں ان پر برکت بھیجوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے اس پر میں لعنت کروں گا اور خداوند کی رحمت کی بدولت آج امریکہ مضبوط ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس کی وجہ امریکہ

---

[1] ایک پروگرام Old Time Gospel Hour پیش کیا جاتا ہے۔

کا اسرائیل سے تعاون کرنا ہے اور میری خداوند سے دعا ہے کہ یہ تعاون جاری رہے"۔

یہ جمی سواگرٹ کا عقیدہ ہے۔ ایک اور امریکی نے اس سے بھی زیادہ کھلے لفظوں میں کہا کہ امریکہ پوری دنیا میں اس دعا کی وجہ سے مضبوط سمجھا جاتا ہے جو تورات میں مذکور ہے: جو تجھے مبارک کہیں (یعنی اسرائیل کو) ان کو میں برکت دوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے میں اس پر لعنت کروں گا۔ چونکہ امریکہ اسرائیل کی پشت پناہی کرتا ہے اس لئے وہ مبارک اور نیک بخت ہے۔

(جاری ہے)

قارئین واحباب نوٹ فرمالیں!

پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والا' امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد کا پروگرام "حقیقت دین"

اب ہفتہ میں دوبارہ دیکھا جاسکتا ہے :

i)	جمعرات	شام سوا چھ بجے	پی ٹی وی ورلڈ پر
ii)	اتوار	صبح ساڑھے نو بجے	پی ٹی وی پر

بحمداللہ' امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے دروس وتقاریر پر مشتمل

تیسری CD بعنوان **اسلام اور خواتین** تیار کرلی گئی ہے

جس میں اہم معاشرتی موضوعات کے بارے میں قرآن وسنت کی راہنمائی پر مشتمل 15 تقاریر شامل ہیں

تیار کردہ : شعبہ سمع وبصر' مرکزی انجمن خدام القرآن' 36۔کے 'ماڈل ٹاؤن لاہور

KHALID TRADERS

NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

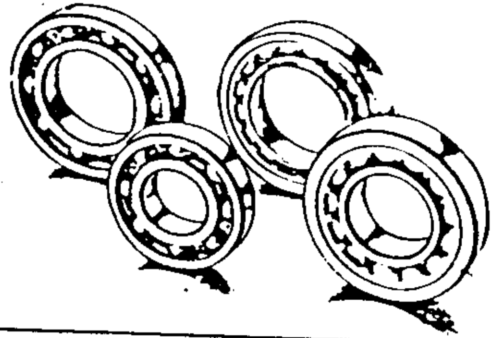

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box #. 1178 ***Phones*** : 7732952 - 7730595 ***Fax*** : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : ***SIND BEARING AGENCY***, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING